



فضول گوئی کرتے سن رہا تھا۔ اب بھی اس نے سات
بیٹھی کافی کے بڑے سے مک سے چسلیاں بھرتی اپنی
ناراض نازن غریبیگم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے¹
گوہرا فشنی کی۔

”یار ازکی! اپنی آپی کو تم ہی مشورہ دے دو۔ میری“
وہ ایک نہیں سننے والی۔“

”وہ کیا؟“ اس کے اشتیاق پر اشعب اور چڑھا گیا
”ون سے گزارش کرو کہ تم از کم اپنے پال کھا
مت چھوڑا کریں۔ ایسا لگتا ہے عزیز میاں قول کی
یاری میں شریک ہو گئی ہیں۔ وہ نہیں ہوتے۔ بھلا کیا“

یار ازکی!“ جنید کے بڑی رازداری سے مخاطب
کرنے پر وہ اس کی جانب جھکی تو جہاں اس کے ”یار“
کہنے پر اشعب پہلے ہی تملنا اٹھا تھا۔ وہاں نئی نویلی
چند روزہ دہن کی خود پر سے توجہ ہٹتے دیکھ کے اور بھی
جل بھن گیا۔ اس نے بڑی ناگواری نظرؤں کے ساتھ
وہ ایک نہیں سننے والی۔“

جس کے ایک جانب صوفی کے بازو پر بھی چڑھی
بیٹھی تھی تو وہ سری جانب ازکی جھکی ہوئی بڑے انہاں
سے اس کی بات سن رہی تھی۔ جیسے کہ وہ کوئی بست، ہی
ویچسی بات کرنے والا ہو۔ جبکہ اشعب مسلسل اسے

ناولِ بُط

کہتے ہیں انہیں بہاں سے ہم نواسی عزیز میاں قول
اور ہم نواسی ایسا لگتا ہے ابھی نہیں پہنچ رہا ماریں گی
دونوں ہاتھ زانوپہ اور سر گھماتے ہوئے دھمالیسی۔“
اس کے بے ہنگم قہقتوں میں ازکی اور بھلی کی کھی
کھی کھی بھی شامل ہو گئی۔ ادنیٰ نے مک سایا
نیل پر پنجا اور سلیولیس نیص مکے فرضی کف
چڑھاتے ہوئے دنگل کا سکنل دینے لگی۔ جنید اسے
سالیوں کو پرے دھکیلا اور دونوں کان کھینچتے ہوئے سر
دھنسنے لگا۔

”میری تو بسی میری توبہ۔ میری توبہ توبہ۔“ اس
کی اوپھی اوپھی تانوں پر ایک بار پھر قہقہے پھر گئے۔ سب
جانتے تھے وہ طولی کو توبہ کہہ کر چڑھایا کرتا ہے اور اس
کے گھنے گھنکھپانے سے بال تو سدا اس کے مذاق کی زادہ
میں رہا کرتے، ”خصوصاً“ جب بھی بڑے عرصے بعد،“



"۲۳ نہول نے بال پر میں کروائے تدریتی
حقیقیتیں رکھ لیے ہیں۔ تو خود علیک ہیں اپنے بال سے"
اور قیمتوں کی آشیش بھی کیا تھیں تو میری طور پر کی
ہوئی ہیں۔ اس قدر پہنچنا ہوا البال لوون، بھی بغیر اُستین
کے۔

ازیٰ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا پھر بے بیسے
لب کھنتے گئے۔ وہ خاست کر گئی دیتی تو وہ لے کوں سا
یقین کر لیتا۔ اُسے پہلی ملاقات میں اُنہیں تیر طراز
چھا جائے والی شخصیت کی حامل سالی پسند نہ تکی محی
اور اس کا شوہر ہے۔ بھی۔ بلکہ وہ تو اس سے پہلے
کے فضول عارف کا مالک تھا۔ اس کی رائے بھی
جس کا الہار وہ بڑا ٹایوی سے کر رہا تھا۔

"اب مجھے دیکھو، میرا بھی تو ہمیں اور جان سے وہی
روشنی ہے جو جدید کامنے لئے کیا ہے تھا۔ کھاناں
کے ساتھ اس سے تلفی سے دھول دھپا کرتے
ہوئے جیسا کہ وہ بد تذہب شخص تمہارے ساتھ کر
رہا تھا۔"

"ہم سے ہیں" دیکھا کہ رہے ہیں تپ۔ جدید بھائی نے
اڑا کر پڑا۔ "یہ کیا کہ رہے ہیں تپ۔ جدید بھائی نے
کب میرے ساتھ دھول دھائیں؟"
اور وہ جو ہاتھ پہ باتھ مار کے قلعے گاٹے جا رہے
تھے۔ "ہذا غوس بھرے ادا میں اس شخص کو دیکھنے
لگی جو روات کے دھانک بیکے یہ نیب سا صاحب کتاب
کھوئے۔ میخا تھا۔"

"اگر آپ کو میری جدید بھائی سے تلفی پہنچ
نہیں تو تمیکہ سے میں آئندہ اعتماد کروں گی۔" وہ اصل
صرف میرے بعنی ہی شیر، فرشت کرن بنی ہیں،
اُن سے پہنچاہے اور میان یہ نہیں مذاق چار متابنے پر
بھی آپ کو پہنچ نہیں دیکھیں یہ تھی۔"

اپنے تینیں اس نے بڑی تکبداری کا ثبوت رکھا،
وہ اُمریکے ساتھ کہا۔ تو صاحب کے ماتحت کمل
دور ہوئی جائیں گے۔ لیکن وہ نہیں جانتی کہ ان
اعترافات کا کوئی نہ ہے۔

لیکن اُن میزان تکلی دینے کے بعد جب وہ نئے
لیے شروع ہو کیا تو وہ جھمپا اٹھی۔ حرام نے
امست پڑھے تبدیل کرتے دوسرے نہیں میں میں
کھل کر پڑھے اور اسی دروازی وی کے قبیل تبدیل
کیا۔ لیکن اسے تکمیل کیا تھا۔ لیکن ہمیں کی سنتی
دوسری بڑا کوئی نہیں کر پائی تھی کہ اُنہیں کے بعد
کوئی نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد جعل نہیں کیا تھا
کہ اُنہیں شروع ہو گیا۔

ابھی آپ نے خاصے معقول نظر آتے ہیں۔ تم
ہمیں شکل اپنانے کی طبقے گئے۔

"اُنہیں بھائی نظر آتی گی پہ کوہرے۔ بن بھائیں

اپنے اسے دیے اُسٹینیں کی تفریخ کرنی ہو۔

لیکن اسی آئے مگئے کالم لاط کے فضیل کی جگہ بازی
ہوا۔ اس اور حدتے تجوڑ کر کریں بے تکلفی کو تمہارے
عینیں؟ جیتھے؟ جیتھے؟ دلخیس میں توہنی بھی
کی اکثر آتی ہو۔" وہ کہہ نہ سکی کہ دیکھنے میں ذہاب
کھوئے۔ میخا تھا۔

"پاڑھ کر ہے۔ سکم از کم کیتھے میں تو ستمل نظر آتی
ہے اور وہ تھاری بڑی۔" شیرے۔ ان محترمہ کو شہزادے کا
لگرے۔ نہ اٹھنے بخشے کا قربن اور سونے ساگر
لگھ لادھ فرمائیے، تکیں سے بھی مجزز قسمی شوئی
ہو، شکون نہیں نظر آتیں۔ "اُنیٰ پارادی اُنیٰ کے
ارسے میں اُنیٰ نازیبا بلت پہ من گردہ ترپ ہی۔

اللہوں میں آنسو بھر آئے۔

"ایک تو پسلے ہی اسٹے کھٹکے بال ہیں، کوپر سے ہم
کو اسکے عجیب ہی چیز تھی ہیں۔ لیکن شان جی فیش
ہو رکھا ہے چاہے اونچا بُرکا ہو۔"

لیکن بھی کہیں اپنا بھی ہوتا ہے کہ ایک فریز
خاموشی بھی بحث کو ختم کرنے میں نہ ہو رہا تھا۔ یہ
ہوئی۔ اُن بھی میاہیں مول اشعب جو سرال۔ رخصت
لیتے ہیں تو سفلی، انکھوں سے پہنچ سلا
سلا کے اپنے سرو روک شدت خاہر کرنا تھا۔ سارے
روتے اُنکی کے گمراہے کی شان میں قصیدہ نہیں
کر سکتے تھے۔ وہ راٹھ کے بوجو جب اسے منہ سے ال
ویسے ہی میسے ویسے دلے روز اسے منہ سے ال
ہنول اور کرنسز کے لیے "یخچر" اور "وھیٹ" تھے
ختابات سن کر بطبکر کے رہ لئی تھی۔ دیہ پالی
رسکم پیس سب توہنی سے بھے۔ تیرچھائیں اُن
ذلتے خود اشعب کے دوست کوں ساکم تھے۔ لیکن
لکن کی بیسے سرو باتوں پر چڑ کے اس توہنی اُنیٰ نے
تین کراڑے جواب دیے تھے جو اُنکے لیے بھیجا گی
الہابل کر سوئے کی کوشش کرتے۔ اس کا ایک بوجہ
کوں الہاب، ہو گیک اب تو اشعب باقاعدہ سی محل جسے
کوئی ایسے اس کی بیوی نے اس سے کوئی اہم فوجیں
وہ جمیں بھال پوچھ لیا ہوا اور اس اسے تمام تر لکھتے
ہیں اور اسے دیے اُسٹینیں کی تفریخ کرنی ہو۔

"اُرے واڈے ہم کوکی فقیر ہیں۔ کیسے کہہ دیا
وے دنکے لئے گرو۔"

"و سب ایک ایک کر کے اسٹن سے اتر گئیں
اُسہوں نے نیک کی رقم لینے سے صرف انکار کر دیا
لیج تک میں اڑی ہوئی تھی۔" اُس کی شنڈک
پھٹکنے کیوں نہیں۔ مگر وہ روا۔"

"اب اور نہیں وہ ستماں۔" مرد رہتے پھٹ
رہا ہے میرا افسیل کے قمعتوں اور جھٹ بازی سے
محکم پتا ہوا تھا۔ شبانہ بھیانے بھائی کی
جیب سے بڑا بڑا کریں۔ چند نوٹ نہیں کر آئے
ہر جائے اس نے وہ انکھوں کی ہدود سے ایک نوٹ تھیں
کوہ شکریہ کے کراٹیج سے اٹھانی۔

اُس وقت تو بات اُنیٰ ہوئی۔ لیکن اسکے پیارے

امیں چاہے کھوا کر لی۔ "جیدے جانیا! بکر۔ بکرے۔ اُنہیں کی
گھوریاں تیز تھیں۔ اُنیٰ رہی ہیں۔ یہ لان لی طرف سے
وارنکے ہے۔" جگی نے خوار کیا۔

"کب میں میرے سکے بھیا۔" جعلی نے
پماں لیتے دو سالہ سعی کو کشن کا سارا دیا اور براؤ
راست میدان میں اترنے کی تیاری کی۔ "بہت اصل
میں یہ ہے کہ لاٹوں کے بھوت یا توں سے میں
ماستے"

"چھا جان۔" جیدے نے سُم جلنے کی بھرپور
اکنہنگ کرتے ہوئے اپنی طرف تھلاں گلے۔ طوبی
نے بھی اس کے پیچے دوڑ گئی۔ اُنیٰ اور باسطہ دو بنوں
کے حق میں گھرے باڑی کرنے ہوئے پیچھے نہیں
ہوئی اُنکی کی کھکھلا، ہیں کو اس وقت اچانکہ برک
لگ کے جب ایک سرباتھ کی مخبرہ کر فٹنے اس
کی کائنی کو جھکتا رہا۔ اس نے بے حد جیلن اور اُبھن
کے ساتھ شوہر کے گزرے تیوڑیتھے۔

"اُنکم جلاتا ہے یا اُسیں؟" اس کے اُس کی شنڈک
لیج تک میں اڑی ہوئی تھی۔

"پھٹکنے کیوں نہیں۔ مگر وہ روا۔"

"اب اور نہیں وہ ستماں۔" مرد رہتے پھٹ
رہا ہے میرا افسیل کے قمعتوں اور جھٹ بازی سے
محکم پتا ہوا تھا۔ شبانہ بھیانے بھائی کی
جیب سے بڑا بڑا کریں۔ چند نوٹ نہیں کر آئے
ہر جائے اس نے وہ انکھوں کی ہدود سے ایک نوٹ تھیں
کوہ شکریہ کے کراٹیج سے اٹھانی۔

اُس وقت تو بات اُنیٰ ہوئی۔ لیکن اسکے پیارے
ازیٰ کو احسان ہو، اُنکی اس کا ہم سفر کا مانشہ تھا۔

ذلاف مراجع رہنا ہوئے والی کی پاتت کو اُنیٰ اُسٹنی
سے بھاڑا دیئے۔ وہ نہیں اور آن پندرہ منٹ کی ذرا بیٹھ
چلی گئی۔

ادارہ خواتین ڈائچسٹ کی طرف سے بہنوں کیلئے ۷۴ خوبصورت ناول

محض روکھنے نہ دیتا

نگہت عبداللہ * قیمت 250 روپے

موشم تھا بے قرار

فریدہ اشراق * قیمت 350 روپے

میر سے اُس کے پیچے سفر

زبیرہ ممتاز * قیمت 180 روپے

اندھیرے سے اجھائے تک

عاصمہ تھقی * قیمت 150 روپے

خوبصورت سرورق ۰۰ آفیٹ پیسر
خوبصورت پھیپھی، دیدہ زیب، غبیر جلد

نشانع ہموگئے ہھیں

سوندھ بیجنڈ

مکتبیہ عمران ڈائچسٹ

37 اردو بازار کراچی فون 2216361

لیں لی اپنے خاندان والیں میں کیا تدریج و قوت
لیں الی چوکی طرف ہوئے والی و عوت میں ہی
لیں لی، کی کہ اسی نے آئندہ اس کے میکے کی
اے اے ذوبش شال ہوئے ائکار کروایا۔

لیں لی، ترمذی اور بناشانگی کی قیستہ برداشت
لیں لی، اگر تمدنے گمراہ والی کے گھی الطوار
لیں لی، دین والوں کے لحاظ میں تو کچھ تیر کا ظاہر کرنا
لیں لی، چاہے جھوٹ موت کا ہی سیں لیں
لیں لی، الیوں سے گھنڑتا ہے کہ میرے سر پیلوں
لیں لی، الی رکھا جاؤ چوڑی نے سے بھی نہیں ملتے
لیں لی، صادب کے عاری ہیں جبکہ میں مختلف مرلیں کا
لیں لی۔

اس نے کتنی کوشش کی کہ وہ اور کچھ نہیں تو کم از کم
دل الی کے گھر تک تو اس کے ساتھ چاہا جائے لیں
لیں لی، اس میں بیوی سے تو اسے خاہی پیر تھا، ہمار
لیں لی، مصروفت لور چھنی والے دن آرام کا بہانہ
لیں لی، ایسے میں جب وہ آرام سب بھول کے لئے
لیں لی، کامیابی کرنے کیلئہ دنالہ اور منڈپ لے جائتو
لیں لی، الی میں ملاں تو بھرتا ہی تھل۔

ان بفتہ تھاولوں کی انجی تدکی پیشی املاع
اے ایں دے دی تھیں، ان کا راہ یہ ویکھیڈیں
اے ارسیں کا تمکا اور اڑکی کا گوفت کے مارے بر اجل تھا،
اے ایں تھی کہ بھیجا اگر رات گزارنے کے ارادے سے
اے ایں تھیں جمل ساحل ازا، ساتھ ہوں گے یوں
اے ایں تھیں اتم تب بھی گھر کی ناخانیں عجیب کی
اے ایں ار سو گواری پھا جائی۔ ان کی تھی بھی بھوکیں
اے ایں ار ار ننک لجھیں کی تنتی دی باشیں سن کر
اے کبراءت ہی ہوئے تھی۔

ان دا پانہ مڑو تو ہمہ وقت خراب ہی رہتا ہی کے بیڈ
اے ایں کے سرگوشیوں میں نجاتی کاشتی رہیں کہ ان
اے ایں سے بھی الفروکی پنکتے تھیں، دیسے تو ان کا
اے ایں شوئن دن سے اس کے ساتھ تقریباً دو سالہ ہی
اے ایں بھیاکی مونگیں میں، ہوسے لیا را اندازی

پھیلا جائیں۔

یہ بکری دھی، ہن بھائیں تھے جماں اسے اور باطل کے بعد
زوالی سال بڑی تھیں، لیکن ان کی شلادی کو بہرہ، لیں
گزر کے تھے تو رچارے بھی تھے جس سے ظاہر
تھا کہ خاصی کمر عمری میں ہی انسیں بیا، دیا کیا
اے ایں اس کے سونے حلقے کے اوقات یا ہم میں
پھرنسے کے روگروں پر کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا،
اے الی بت کہ گھوٹنے پھرنسے کی افوت کمی آتا کر لے
اے اشہب ساراں اون آخس گزارنے کے بعد شام کو کہہ
سے لکھن، تھی گواراند کرنا تھا اور چھٹی کے دن کو بک
بھرپر عیاشی کے ساتھ مانے گا ملائی تھا۔

باد بجے سوکر المحتا بھاری باشتے کے بعد کہہ دری
وی دیکھا جاتا، پنڈ ضروری فون کرنے کے بعد ا
وستوں کی طرف نکل جاتا یا درست خود ہی آجائے،
بائی اگر کسی تھیجی والے دن بھیا کی آمد ہوئی تو اس نی
نیز کا دروازہ بھی کم ہو جاتا اور بھل جائے بھی جوں کہ
لے کے ہو چک پر لکھنے پر بھی اسے کوئی اعتراض نہ
ہوتا، ایکی کو اس کے بن یا اس کے پھوٹوں کے لیے
انجھڑیں۔

بھاگی دنوں کی سکریوں پر بھانے میں پیش پیش
رہتیں، وہ طوبی پر جلد اچھا لاتا ہیں ان ہی کے قسمے
سب سے پہلے ہوتے طوبی جو بالا جیندی کوں نقصو
خواہش کے مطابق اس کے دوستوں اور قیلی کی طرف
سے لٹکتی تو بھی وادی میں والوں میں بھاگی آئے
ہوئیں، باطن سارے دلوں پیچ ان ہی پر آتیا۔ انی
لور جیا ہوں پر سکراہشی لیے بنتے ہیتے گھر نے
کو گھانتیت سے بیکھتے اور اسی قسمیں گھنٹہ ہوں کی
فنا سے نکل کر کیدم، سریل کے جلد سانے میں
تکوں دنوں میں گھرا کئی۔ اس سانے میں اگر کوئی آواز
گو بھی بھی تھی تو وہ اشہب کی تھی اور اس کی باتیں
اے قری جلی کئی ہوئیں کہ ایں کو دن بھر چھایا شاتا
اے ایں کا خیال تھا میکے گی طرف سے ہونے والی
پر ٹکلف دعوتوں کے ذریعے واشہب، کوبلور کر اسکے
رونق کے گھر میں اور ہی عجیب طرح کی دہشت سی

سچ نگر کے نکل لیتا اور پھر سارے اکٹھے ہو ہم اور
وہاں ہر اسالا چھڑک کے "اُن کی بے چینی اُنکی
خوب بھتی تھی۔ وہ بیٹی پھر کہنا شاہتی تھیں کہ
وہ بچن میں کام کرو ہیں۔ لیکن ان کا جلدی جلدی
کام پھوڑ کر پہلے لکھاۓ کارگیا دروازے اس عب کا
لازم تھا جو آخر سے لفے لئے تھا اور اپنے بھات
پاٹ میں کھانا اول کہا سکتیں رکھا تھیں اُن کی زید
اور بکر کے نوز نور سے چلانے کی آواز آئی۔ اسے
ایسے شنوں پر کوئی بھاری بوچھ رکھا گھوسی، ہوا۔
لئے بد نیسبت ہوتے ہیں اور لوگ جن کے آس پاس
مودود ہونے کا احساس ہی کی طبیعت کو بول گز
دراہوں۔ بر جنک کراس نے ٹوکو شاش ظاہر کرنے کی
کوشش کی اور سب سے ملے بہر آئی۔
جس چیزوں کی اس پر خاہنہ کرنا تھا تھیں وہ پہلا
لقوں تھیں بجان کیں۔

"کر لیے تو ہوئی۔ پاکار پاکار کر کہ رہے ہیں کہ یہ
آپ کے ہاتھ کا جادو ہے۔" اُن کے چہرے
سکراہٹ ہوئی ابھی ابھی تھی۔ ابھی رہا
پیٹ میں کلب ڈالتے ڈلتے رک رک ان کی
سکراہٹ کی وجہ سکھو جنے لگی۔

"بڑے عرصے بعد آپ کے ہاتھ کا کچھ کھایا ہے
ہے نا ایسے وہی ڈالتے۔ وہی لذت بہ وہی
خوبی۔ واقعی، اس کے ہاتھ میں کچھ تو ہیا ہے جو ہر
لئے کے ساتھ رہ دیں اتر گھوسی، وہ آپ۔"

لور ای جانپا جوان کے پہلے فترے پر ہی تردید
کرنے جا رہی تھیں۔ بلیں پوری بات سن کر سکراہٹ کو
ٹکیں اور سہ سکراہٹ اس بات کی تصدیق تھی کہ
وہ الہا اگر اس عب کے منہ سے لکھے ہوئے تو ہر کے
ہمنیں اور ہے ہوتے۔

بارے فرمائے میں اگر کوئی بھلی پچھلی سی شفت
ات بھی کجھا کرنا تھا تو وہ ای جان سی تھیں وہ سلاو
نار کروں تھیں پڑ رائی۔ شای کباب، دی جملے
ڈائٹنگ میں پڑ رائی۔ آپیا پسند پوچھتے ہوئے دلے
مالے دار جانب، ماں کی دھلی والی، پھلے اور
سلام۔ بس۔ کچھ کئے کے لیے بھلے لور پھر

اہ، نہیں تیر دیں؟ اُن کی معونگا ہے لور بس۔ آپ
اہ، یک اڑام بچھے۔"

نے سے اڑام ہی تو گردی ہو۔ میں جانتی ہوں
اہ، نہیں بڑی پھر تکلی ہو پتا تھی میں لکھے تھیں اور
اہ، نہیں لیتی ہو پھر تکی آخر ہو تو اسیں، تھکن تو ہو
اہ، مالی بے باب بنتے دیکھو لیے لیے کر رکھ گئی ہے،
اہ، نہیں سے کام میں جتی ہو۔" اس کی تعریف کرنے
میں، نیشن فرخ بیٹ کا مظاہر کرنی تھیں اُنکی بے
اہ، بہت سے مکاری کی

اہ، نہیں ایں دل خوار کے ہن کے خواہے کی اور
اہ، اسیں ساند دی پڑھ کر لیتے بندہ دم میں جو ہی تھی۔
اہ، کے بعد تکلی جان کھالی وہ پکن میں آئی تو ایں
اہ، میں تل کرم کر کے کر لیے قل رہی تھیں گے
اہ، شرم تکلی ہوں "هرے ای! اُب کیوں اس
اہ، رکری شیش چولے کے آگے کھنی ہو تو میں میں آئی
وہی تھی۔" اس نے آگے بڑھ کے چجان کے باخت
سے لیا جا بلے۔

"میں جانتی ہوں تم اُری تھیں، تھیں بھلا کیں
ہا تھا۔" اُنہوں نے سنتے ہوئے اس فہما تھرے کیا۔
"تلر مت کو، ایک اُرہ دش بناوں گی تو ہمیں
دارے نمبر کرم نہیں ہوں گے، سارا کریڈٹ تھیں
اہ، بائے گا۔" اُنکی نے حریت سے اس کے چرس کو
ایک دلیں فرم کی معمویت اور شفقت کے عاند
ہمہ تھا، لیج کی فلشنی گھوسی کر کر، بھلی پیٹکا ہو
گل۔ لب بھی کیا جیز ہے۔ لفکوں کے مخفی بدل
مانے، جنہیں کی ساری بیوں تبدیل کر دتا ہے۔ کی
ہمہ الہا اگر اس عب کے منہ سے لکھے ہوئے تو ہر کے
ہمنیں اور ہے ہوتے۔

اہ، بھی کجھا کرنا تھا تو وہ ای جان سی تھیں وہ سلاو
نار کروں تھیں کعب کی تعلیم جو ہے۔ ای جان
اپنے ساتھ پہنچا پڑے کام عالمہ اور تھامیں کو آنا ہو تو وہ
چھوڑ رکھا تھا، ایں تو حمالہ اور تھامیں کو آنا ہو تو وہ
سالے پہنچتے ہیں۔ اپنے ساتھ پہنچتے ہوئے دلے
اہ، تدبیتی لاوں کی طرف لکھیں۔
"کوئی بات نہیں ای، کام ہی کرتا ہے، چھاپ بھی

بڑیوں میں سوائے گوکے لور اٹھیں کچھ پسند نہیں
گوشت بھی نہیں کھاتے خصوصاً سالن میں بلی
فرلنی چکن، ٹکے، ہمکاب وغیرہ کا مایہ ہے جسکے ماء،
بھالی صاحب کے گوشت خور ہیں اُن کے لیے ایا جوں
پر ٹکٹک کھلے کیتے
اُنکی ہاضمی نہیں تھی۔

"بھجا والی بھرے کئے کر لیے، بت پسند کرنی چاہیں
میں کے لیے وہی بنا رہی ہوں۔ پہلوں کے لیے ماں میں
کھڑی دلیں لور دلی بڑے، گھر میں جان بھی چو میں
رکھی ہے، اُن سبی تو کھانا جاتا ہے اور آپ کو تو ہاپنے
اعشب خلی دلیں بزری بھجوائی ہے تاراپنی ہوئے
ہیں۔" ہم سے ماذم ہر دو ذمہ نام میں آکر کھانا لیتے
آتھا۔

"اور کچھ پہاڑو تو تباہ کیجیے؟" اس نے چلے ہوئے
کریوں پر نکستے ہوئے اور جملہ
"(نہیں، میرا خیال سے محک ہے۔ آخر رات کو
بھی تو کپٹا سے حامہ ہوں گے اور کل ہو سمجھی۔" دلہم
سوچتے ہوئے تھے لکھیں۔
"ایسا کو آج رات براہی ای پہاڑو کیب کے ساتھ
بھی چل جائے گی اور یہ دلی بڑے بھی رات کے لیے
ہی رہنے والا۔ مل دوڑ کو جاؤ کے ساتھ تو رسیا ٹکن
کڑا ہیں میں سے کچھ بھی نہیں۔"

"تھی تھک ہے۔" وہ دو یو ٹوپیں کا پکٹ کھول
کر بھاونے کی تھی واپس لیتھنٹ جاری میں بذرکا
گئی۔
"ایسے کھوٹا بورا مینیٹ پر اے آگے دیکھ جملے کے
پولے پر رکھی دی پیوریں کی طرف توجہ کی جب ای
جن اندر رواڑل ہوئے۔"

آٹا ٹوٹہ کر فرخ میں رکھنے کے بعد اس نے
چولے پر رکھی دی پیوریں کی طرف توجہ کی جب ای
جن اندر رواڑل ہوئے۔
"کیا پاکاری ہواز کی؟" عمرہ وہ سوال کری کیا
کمل طور پر سنب پاٹھا پڑے کام عالمہ بھی اس کے لیے
چھوڑ رکھا تھا، ایں تو حمالہ اور تھامیں کو آنا ہو تو وہ
اپنی ٹھکری اور مشورے سے کام اپکا اتم اب تو چوہہ
میں ہی اُنکی کو بھی ازبر ہو میا تھا کہ جیا کو بزریاں
اتھی گری میں۔
"کوئی بات نہیں ای، کام ہی کرتا ہے، چھاپ بھی

ہوئی) پچھے چالیں اور دلیں غیرہ میں سے کھلتی ہیں

میں سے نکل۔ اگرچہ بھیا کی آواز بخوبی اس کے کاموں
کوں پنی رہی تھی پھر بھی وہ اس وقت ان کا سامان کرنے
کے لئے جوڑا رہی تھی۔ لیکن اس کے سکھ اپنے آخوندے
میں سے لٹکتا تھا۔ اسے آئندہ کوکھ کر جیا خاموش تو بہو
بکیں یعنی کھانے کی طرف دبارہ تھا۔ سب برعاليٰ اسی
اوارے اصرار کے سکھ دو دنہ دور سے کری پیچے کی
اسد علیتی اٹھ کر رہی ہوئی۔
اسدے پلیں کا گاں دوسروں پر بھر کے لبیں سے
اُب بُو، اُب اُکی کی نظر لانے سے ملی سرخ روئی سرلی
اللہ عاصم حسن شاہ

امں سے پہنچے اسرارے لفڑ راں سے پورے
۱۰۔ تے پٹت تھے۔ لیل کا براہما گھونٹ برف کی خت
اللی طبع اس کے گلے میں پھنس گیا۔ اتر نے فوراً
کریں نکالیں۔ وہ افسوس اپنی جان کی طرف ہمیشے سے
کرنے کو ری بھی میاوا دل سے بیجا کو مندنے کا یاد ہے
۱۱۔ اسرارے کرنے کا اشارہ کر دیں۔ سوناں کا کمال انہیں
لہم کی تھی۔ اسی سے انجان بنی۔ پیشی ری، اس کی
بہ نمازی۔ بھیجایا۔ پھر اپنے حلقے میں اسی سے
اپ ای کس ایسے۔ سیکر رنگی وہ بھی اپنی سوچی اپ
۱۲۔ اپنی کھانا کھانے میں شجاعی اپنی اوقات مزید بڑھاتی
اللے کے پنی جاتی تو آزاد اڑاک کر پیوں کو کھانا از منگتے
۱۳۔ غیرہ میں سے سرے میں جلی گئی
ہتن میں چیلیں صاف کرنے پیوں کو کیلیں نہ ہی
اُن نیت و رک سیٹ کرنے اور ای کے کرے
اُن پاپ چائے چینت کے بعد جب وہ اپنے بیڈر درم
کن الی ابھوک کے شدید احسان نے اسے اپنی اپیٹ
کس لے لیا۔ برداشت کرتے ہوئے دلنوکی پھر گئی بے
اُنیں اُنی کے ذریعے خود کو سلاٹے گئی۔ اگر وہ زرا
۱۴۔ بُنکا کر نیل سے واک ڈکت کرتی۔ بھیجا کو
اُنچی پنڈ میشی باشیں کر کے اسرارے کے ساتھ
لایا۔ بُور کر کی تو شاید سب غمک ہو جاتا۔ اسی
۱۵۔ اسے پیچت کر کے میسند جاتیں ہی بھی کھانا کما
اُنراہا مب کے آئے پر بھیجا کا ڈکیت کا ڈکیت
۱۶۔ ان اب کیا ہو سکتا تھا۔
۱۷۔ سرے کے بعد شرم کی چائے ہاتے اور رات

تجانے کیا وچ کرند ہو گئے
ازکی بلاطل جانے کا شکر ادا کرتی ہوئی، واپس کچن کی
طرف لپٹ گئی۔ سرگار گرم چینکے لے کر عالمی تونہ پہنچے
سے شراب پور ہو ری تھی۔ انکل کی چٹلی کے اڑیں تک
پہنچ بہر رپا تھا لال کی قیم کرستے بالکل جنم ہوئی
تھی۔ درخولن میں چلے چینے کے بعد وہی تو بازار سے
بوجھ لایا۔

”تھی روپیاں بیلے ہیں؟“
”بہن دو تین اور روزانہ بولوں۔“
”بہن جلدی سے لے آؤ، میر پھر کام تسلیم کرو دیجئے گئے۔“
”سے۔“ نزکی لان کی بات تبدیل چراکے جیسا کو دیکھنے لگی۔ سُن
کے حقن میں فوٹھا چھینٹے لانا تھا۔ اسی کی بُوکے لیے
نکرم مندی کو یک کروڑ، دیگری کے تاثرات سے بے خبری
لیے آتی ہوں اور میختے دیوڑھ میسیہ بعد جبلہ میری
چاروں نندلائیں سے کوئی کوئی ہر وقت موجود نہ ہو۔
ہی کسی رہیں۔“
”تھی سُن۔“ ۲۲۱۸، کتابتے،

”میں نے تو سچا گاہک اُس سے تجویز کر دیا ہے
اسی سے بازار کے ہائی منگوں والوں پھر خلیل آیا کہ
تمہارے نئے تانہ میں کھلتے ہیں ان بھی گمراہی
اس لئے رہنے والے۔“

(اف ای کو کبھی بیا وہ شہیں یہ رہتا کہ وہ اس وقت کس
سے خالص ہیں) وہ جزو زیور ہوئے تو یہ کے آئے
جا گمراہی ہوئی جمل اس وقت بھی کی تو اس مختبل آری
پھر رفت آئیں۔

”سرادون لئے گئے میں بھی خون جلا جلا کر کڑا ہم
وہ ایسا سکاٹ کر کے آؤ تو اور دلخیل خراب ہوا۔“

تمیز ہے پھول کی تکر کرنے کی کیا ضرورت تھی
آپ کی الاٹی بموکا خیل رکھئے۔ ان کے لیے بعل
میں خود اپنی دلی لٹی بلکہ یہاں نیرے آف کی بھلا
کیا تاکتھی تھی۔ پورا اپنے دن رات چوڑے کے آگے
کھینچی اور ہتھی ہوں یہاں آپ کے بھئے تھے پھر ہمیں آپ پر اپر کھانے میں ہم کر
کھر میں ہی تھیں۔ ”بے بنیادی تھے یہاں تکتھی تھی کہ
انہوں نے باہتھ میں پکڑا نوں والوں پس رکھ کر پیٹ پر پے
دھکل دی ہو گئی۔

”لیکن بات کر رہی ہو شانہ، میں تو وہ اسی کی بحث
اس بے چارکی نے کب اٹاکر ”بھجا کی پڑا خوبی کے
بعد ان کے ہاتھ تک یونہی پھول جلا کرتے اسیں
روپیاں اٹھائیں اور مرے مرے قدموں کے مدار
رضادت دینے کے لیے بھی ڈھنگ کے الغاظانہ مل

اس نے مسلسل میں کامیڈی تھک کیے رکھا۔ رات کو اب اسکی کی توجہ میں کے خراب سوڑ کی دل بالی تھی جسے نہ سمجھ سکی۔ ایسے میں کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے جب دل برخت گری اور خراب طبیعت کے باندھوں سخت صفت کی ہو اور بجاۓ چند الفاظ لغتیں کے پار ہو جائے۔ ایسے کئی سوڑ کے مرض تینید اور طرفینے کو ملے۔ مل بج بج بھی جیسا کے سامنے آئی مجھے تیکی بکامانا ہی کردا۔ وہ اپنے شوہر اور بیویوں کے سامنے نہیں کچھ کہ دتی تھیں اور آپ کا طرز عمل انہیں شرعاً نہ ہے۔ میں اگر چہ چلپ سب سے نیکی بولوں تو اسی کو

لایم بات بانیے۔ یہ امید مت رکھیں کہ اتنی انسٹ
اول، رکھنے والے بودے سکب دل میں وہیں فس
اس کے باطنیں بھاروں گی۔ ”وابے حد جل کر لوئی تھی
اور اشت تملنا انعاماً۔

”کیونکہ بیوں کی انسٹلشیں کیا کہدیا جسیں
ایسا نہ تھا کہ کوئور تمہیں اس کا احساس ہی نہ
الہ بابے؟ یعنی چاہتی ہے تم۔ یہ روز تمارے گھر
تل؛ وہ کام سماں کو منہ نہ لگانے کا۔ اپنی سیکے کی
تم، جوں جاڑا کیں تھے، اہم خاندان کی لوگ ہیں۔“
”اور ہم۔ ہم لوپے ہم کیا ہیں؟“ وہ پھر آئی۔
”میرے منہ مت تکلوپ تھے اور ہمی اور اس پسند
س نہ پذیر ہے؟ اپنی اوقات میں رہوں تو تمہارے حق
کے بہتر ہو گے۔“ اس کے سروپے کی سرراہت لور
کے انکھوں میں ایک ہمکار تھے محسوس کر کے

اے سخت غصہ آرہا تھا طبلی کے اعماں اپنے پر۔ کیا
تم جو وہ ایک دن بعد آجائی۔ وہ رکس روکی تھی جب
ائیں جو ہمگی نے اندر جھکا لک۔

لندن۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ اسے اشعب سے
تھات تھی۔ کیاں تھی، اُس کے لیے تھی۔ یہ اُس کی
چکا ہے اور طوبی بھی کب سے تمیں بوچھ رہی ہے۔
”وہ نہیں بوچھ رہی ہے۔“ اُس نے لڑ کر سخا۔

"لیاوا اپنی نکاح کے پندرہ نوں اتنے طلاقت درہ رتے ہیں کہ تھن کیں ایک رشتے کو بچانے کے لیے باقی تمام محسوس کرتے کہ طویل آئی اور سیدھا عادتی کی میرے ہے پس بیشتر بدل دیتے جاتے ہیں۔"

بیوی کے ول میں بھی اپنی بیوی کے لیے یہی احساسات ہیں جو وہ اپنی بیوی کے لیے رکھتا ہے۔ خود اس کا اپنا حل تو یہ تھا کہ بھیجا کے اتھے آتا آئیں مل اسے آہ۔ بگولہ کرنے کے لیے بیانی خندل آڑکی کی زبانی بھیجا کے کسی تعلیف نہ رعیت کی، بھی سی شکایت بھی منچھر پر تعلیمی تمارنے تھا۔ اس کو کبھی کہہ لو ہم ہجھنڈوں سے تم میرے مل سے بھیا کی جگہ ختم نہیں کر سکتیں، بھیں۔ میں ہر کے چند لئے کتاب کے ساتھ لے پکارنے سے بر ہاتھے دوئے اٹھ کر لئے ہوئے۔

لمازائے۔ چیار سو لکھ پتھر کے میں درود میں میری بن تھمارے خلاف کچھ کر سکتی ہے وہ بے حاری تو اب تمہارے رتم و کرم ۔۔۔ بے اسی کی نفلکی کے کہ سارا انگل بخشہ سمجھے مجھے تمہارے حوالے کرو یا پھر بھی تمہارے لئے قیام میں ہوتے۔۔۔

وہ سنتے سے ہی تو انگریزی تاجیں اس نے بجیا کے شکریوں ستر ٹکنے لیں۔۔۔

بیٹھے کی طرف اس کی توجہ والی تھی۔۔۔ اس بارہ تو اس کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے کم کم کوئی کم برداشت کر سکتا تھا۔۔۔

انہوں نے اپنی کتاب میں اسی تکمیل کی تھی۔ میرزا جنگلشیخ اپنے کتاب میں اسی تکمیل کی تھی۔ اسی کے مکمل پڑھنے پر علی اس نے براہی کے ساتھ چلی کتاب، وہی بڑے بڑے بھولی صاحب کملنے کی شیل۔ پڑھنے اور مدرسہ بنانے لگے۔ اسی بجان نے براہی کی دشائی کا سامنہ برپا کیا۔ مدرسہ بنانے کے بعد میں آئی اور پھر کوہ بھی براہی ہی کمالی تھی۔

تباہہ مرے بھیا میں عدالت میں دفعہ بڑی یادیں
میں کھانے میں سلکا ڈالی کے اشارہ کرنے سے پلے ہی
ورشناں رائے انہ کھنی ہوئی۔
”میرے کتاب اوینا استلنڈز نے یہ اور یہ فرانی
چمن، دیکھو کرتا خدا ہے، مسالے بالکل استعمل نہیں

بیت بیت میں پڑتے ہیں۔ اسی لئے کمیٹی بھرے ہیں وہ
کمیٹی کی طرف منہ کر کے اسے آوازیں دینے
لگتے ہیں۔ اسی لئے کمیٹی کی طرف منہ کر کے اسے آوازیں دینے
لگتے ہیں۔ اسی لئے کمیٹی کی طرف منہ کر کے اسے آوازیں دینے

بے؛ اسپ بوجارہ، اسی دن اس نے بھی ان کے نازک مزاں شوہر لور پینچی کو
لکھ کر ماں لٹنے سے پہلے ہی پوچھ دیتیں تو حامد ہمایل کو بیوی
بیٹھا تو رہتا۔ ”

یہ مگنی بجا گئے کھر کے لوگوں سے مٹے کے
”کیا ہوا“ کیا سچ رہی ہو۔ ناشت کراو۔ ایمن
بچے۔ فداوار کہا تو خیزی۔

ہم لیے رہئے دیا کہ اب یوز روکنکیں گھر پر جھوٹا
نکلو۔ پلے کی بات اور سمجھی اب تو تمہارا مینا اسکول
جانے رکھا ہے۔ ڈفاظ اتوسماں سے تھے تکن طوبی کوئی
طرح محسوس ہوئے حالانکہ ہنسی بذاق میں وہ سب
بین بھائی ایک روسرے کو پہنچ کر سچاتے تھے اور
ازکی کے اندر از میں بذاق کی کوئی رُتھ نہ تھی۔ شاید اس
لیے اس نے اس جملے کو اور طرح سے لیا اور حچ کر
سمجھی بلکہ چند منٹ کے لیے سب اسی خاموشی سے
مرہے از کی کو اپنی سردمہ کا احساس ہوا تو ٹوٹے شرم مند
بوٹھنے۔ واغنی کی ہفتوں بعد ملے ہیں۔ اس کی گرم ہٹھی
کے مقابلے میں اس کا رویہ نامناسب تھا۔ ایک دن دی کیا
کرتی اسے طوبی سے بھال کیا شکایت ہوئی۔ سمجھی دھوکہ اسکے
باوجود اپنے کارکردگی کے حکم جو کہ الحمد للہ، اسکے

می تو نجت بچنے فون کیا، شکر ہے جندا ہمیں کھڑے
ہی تھامیں نے جلدی سے یک مٹ کر کے ٹوپے اور
تلل آئی۔ عرصہ ہی ہو گیا ہے رات کا اکٹھے بیٹھے کر
جاتا ہمیں کی پریاں کیے۔ اس نے شرارت سے ایک
سمان بھائی کو دیکھا، انہوں نے چائے میں چینی مکولاتے
شمکو لئے گرم آہن پر اس کے باہمی کی پیشت پر رکھ دیا۔ دوسر
بھی تکید میں سرداری تھیں۔ انکی نے محوس کیا کہ
اسے آتا کہ کچھ بخواہت طلبی کو متوجہ کیا۔

"دیپیں غاصر جھا، اپنی یہم سعدوں، میں اذکی آئی
تشد کرنے ارتالی چس۔" "بھی یہ تو حقوق سماں کا کیس ہے، مجھ سے کیا
سے پوچھیں ہوں، رانغل بنائے کی ریکے" "اویں شنبھیں کوئی
ٹھوپ فوج کر لست کیما تھا بھائی کوئی
کھڑی ہو۔" دیپ اپنے پختے اٹھ کھڑے ہوئے
"خدا نے میرے آنکھیں افلک، غروبے

دیکھ کر اپنے بیٹے کو سوچا۔ اس نے اپنے بیٹے کو دیکھ کر کہا۔
”آپرے آؤ کوڑا چائے لور پیو؟“ بھائی نے بڑے ہاتھ سے کھجور میں جبچہ لاتے ہوئے بھجا۔
”ایک میں تو پوچھتے ہیں تھیں کہ اگر کوئی سکام ہو تو
ہاتھ من کر طبلہ لکھنے لکھ کر کیا تھا؟“

دیکھئے۔ مل کر احمد مردوں حادثے سے پاچ لیاں ہی کافی ہے اسی پر مبنی تھیں۔ سچے کیا پاچا قسمیں فضول میں ایتھے پڑ گرام سیٹ کر کے گھر سے نکل آئی۔ لب تو واقعی تمپرے لے لانا چاہیے۔ جب تھیں ایک ہی رات رکنا تھا تو چھٹے کل ہی فون کر دیتیں کہماز کھنڈی کل شام کوئی آجاتی۔ ”

”بھی بھی سمجھی تو تم کو سوچ لتا ہے اتنی کارکردگی کھانے کا اس میں بھی اگر ہم یعنوں آپ خیالات ہٹانے سے لوٹیں، دن پر لے ع تم پاچ لیاں رہ کرو اپنی بھی ہو۔

لگ تو بھاگی آپ پہ بہمول ہی جائیں گی اور یے بھی اسی
 ناری تھیں۔ باشہ تو ویسا ہتار کرنی ہیں، وہ بہر مکاپ
 مل رہی ہے۔ اس وقت انی اور جنی آئیں دغدھو
 ہاتھیں پاچ کریں سزیں جبکہ رات کو باپر چاہا برے
 لکھاتے تھے۔ ”مholmی نے سراہب مہمان باندھا۔
 ”مکو تو خدا انکا خوف کرو۔ جیند سچ تھیں تو یہ کہ کر
 اتا ہے۔ جھوٹیں کی ملکے۔ ای کو کوئی بچھیں خیشی
 ۔۔۔ ”جماں گی نے موٹا سا پیاز اسے بچھا بجاوس کے
 اماں کے جگ جلنے رازی کے کندھے جانگ۔
 ”ان۔۔۔ اب تو یہ کر دو طرفی اپنا پچھنا۔ یہس نے
 اک سلاطے ہوئے گما۔

"اے بھی بھی ابھی ابھی کہنی کا شکرے۔"
 "لگمے ہی کیا چندرا ایسا نی نی ہو گو جوہر کروہی
 اس تینے کے ساتھ ساتھ کتاب تج کی بنائے گی۔"
 "اوپلیز بھی بھی اس نے من کا بہشت کیا، وہ اسے میرا
 رات کا حکا تو تجوہوں کی بیوٹ مت چڑھائے پلیز
 کہاب خود تیار بھیجیے یا انگر کئی اور کام ہے تو بھی
 اسے دیں میں ملائی ہوں۔" اس نے جو سکھاتھ سے
 اے کا بھرا برتن تقریباً سخن ہی تو لیا۔ وہ سے چاری
 لڑکی کی کھڑی اور ٹنکی ایک بھائی نے ایک نظر اس
 بیا ترے اترے چڑے کوچھا۔

”بچے تو کوئی مصروفیت نہیں پڑی کابل رہتے تو اسے
وہ تکی اگر جسمیں میرے ہاتھ کے کنے ہی کھانے
اُن ۶۰۰ برم اشنس لاؤ میں خود ہی بنا لیتی ہوں۔“
اُن سے ترقی حکم بابت سنجال ڈی۔

ہمیں شاید چھوٹیں بن کے لادا میں پکھ جوں بول رہی اک
ہوا ہامنک اندر آکر بیدش کی طرح ہنگامی صورت خلیل شہ
کا رہتا۔ اس کے آئنے سے ایک بھی افراد تقریبی
کاے میں پھیل جاتی تھی۔ بلی سب کی طرح کسی

اے نہیں اونکی بھی اپنے اسی چیزاوں کا کہہ سکتی کی
ا۔ اسی طرح مکمل واقعیتی تھی اور اس کی بذلہ سمجھی
انی سر کے انخواليے کیا کریں تھی۔ لیکن اب یہی
وہ ان کے بلند تھتے اور پچھیر چھڑا اس کے کاؤں
ا۔ اپنارے تھے ویسے ویسے اس کاں کاں بیٹھ رہا تھا۔

اے ایمی تک اشعب کی جدید سے نہ تنگی کی چند
ملاتا تھیں یہ تو ہمیں جن کے بعد دونوں سک اس نے اپنی
کے کان کھائے تھے اور ہنوفی کی بارس کے ساتھ حد سے
بڑھی بے تنگی۔ ٹاؤاری کا پرلا اکھدار کی تھا۔ اسے
لڑکی کا خود سے نہ آ کرنا بھی اپنی لالا تھلے۔ کیوں جو تنگی
کہ ان دو لوں کا تن میں سیل میڈو ہوا اسے بڑی طرح
کھل رہا تھا اور وہ اپنے تاثرات کو جھپٹائے چھپا رہی

اور وہی بوا جس کا خندش تھا اُلیٰ کمبورو ازے میں
کھڑی ازیکی نے دیکھا کہ پوری سچ میں نگاہی کھڑی کرنے
کے بعد باہر نکلتے اُنہوں کے من کے زاویے کس
طرح بیڑائے لگ گئے تھے اب کے ساتھ استقبل کو
کھڑے جیند کو دیکھتے ہی اس کاپس نہ جل رہا تھا کہ
واہیں چالا جائے پہنچے ہل کے ساتھ وہ بیٹھی اور کمرے
میں جا کر لیے باہیں کو برش کے ساتھ سر ٹھانے لگی۔
باصرہ بھیا کی مدد ہو گئی میں ایوں بھی نہیں فکاریں جعل کا بوس
ہی تھے وہ اُنہوں سے اس کے بڑس کے بارے میں
مختلکوں کر رہے تھے جو اس کا پسندیدہ موضوع تھا۔ اس
نے بھی شوہر سے اسی حکم کی خیریت دریافت کی اُتنی
درمیں بھائیکی نے کھانا لائے کی اطلاع عدی اور سینے کھانا
کھاتے ہوئے ہی اصل مسئلہ پیدا ہوا جب طوفی اور

جینید میں حسبِ معمول توں جوئنک سروع ہوئی۔
جس میں آہستہ آہستہ بہرے، باسط، جھیل اور ایکن پھر بھی
بھی شامل ہوتے گے۔ وہ ہرتے کے ساتھ چور نظروں
کے ساتھ اسے دیکھتی رہی۔ جس کے چرے پر تکاری
کے تاثرات نہیں تھے اس کی برواشت کی حد تکام
ہوئی جب جینید نے اپنی جنڑپ میں ازکی اور اس عب کو
بچم لے لیا۔

”وزیر ایم کہ پھر دیر اور رکنا چاہو تو گی بیماری سے ساتھ چل دی؟“ اس نے پیٹ پر گھکلتے ہوئے جمیں کے کسی جملے کو سراسر نظر لازم کر کے سوال لکھا اور کھلیا کر جب کر گیا جبکہ اسی اور ایسکن بجا ہمیں سوال یہ تھلویں سے آتے دیکھنے لگے۔

ابو اور بارہ بھائیا کے چڑے پر بھی اس کے اچانک

گا اور شاید اسے وحشت ہونے لگی آئے والے دن کی تلخی کو سوچ یوچ کر۔ وہ فطرتاً خوش باش رہتے۔ ال صبح جو سی لڑکی تھی۔ اتنی ٹنشن میں رہنا اس کے لئے دشوار ترین امر تھا لیکن اس کی حیاتیں فطرت کی کی بات کو لے کر افسرہ ہو ہی جاتی تھی۔

”کیا اب ہمیشہ افسروگی کی اس ٹھنڈی چادر کی بدل میں ہی دن گزارنے پڑیں گے؟“ اس نے بدل۔ سوال کیا، جواب میں دل زور سے دھڑک کر سکتا ہے۔ اس نے ایک نظر اشعب کو دیکھا وہ لمب بھینچے خامہ نی کے ساتھ ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ ساون کی سوندھی سوندھی سی رات تھی۔ کیمپس کی نہر کے ساتھ بنی خوبصورت سڑک پر اس وقت کار سبک رفتاری۔ چل رہی تھی۔

شام کی موسلا دھار بارش نے سڑکیں دھو کر جیتے چکاوی ہیں۔ تار کوں کی سیاہ چمکتی ہوئی سڑک پر۔ طرف لگے قد آور درختوں کے ساتھ عجیب ہیبت ناک سے لگ رہے تھے۔ لاہور شر رات کے اس پہ پورے آب و تاب کے ساتھ زندہ تھا صرف اس تھیں ٹریفک کا زور کم تھا۔ اے سی آف کرنے کے بعد اس نے اپنی طرف کا شیشہ نیچے سر کایا۔ تازہ فضا میں پہنچ گئے گھرے سانس لیتے ہوئے ازکی نے طبیعت کا بو جھل پن دور کرنا چاہا۔ ڈیک آن کرتے ہوئے ایک تاز کے ساتھ گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ آس پاس منی پیغم کی آواز پھیل کر اس تھماں میں ذرا سار تعالیٰ پیدا کر گئی۔

”مجھے یاد کیا؟“ وہ چونک پڑا۔ غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں یکسر مختلف تاثرات تھے۔ شانے اچکا کر کہنے لگا۔

”تم کون سا مہینہ بھر رہنے گئی تھیں جو یاد کرنے کی نوبت آئی۔“ اگرچہ جواب خاصاً حوصلہ شکن تھا لیکن اس نے ہمستہ ہاری۔

”چھا۔۔۔“ اس نے جلتے لمحے میں کہا۔ ”تو آپ کو یاد آنے کے لیے مجھے مہینہ بھر غائب رہنا پڑے گا۔ پھر تو میری یہ حضرت حسرت ہی رہے گی

جانے کی بات کرنے پر حیرانی پھیل، گئی جبکہ طوفی آنکھوں، ہی آنکھوں میں باسط کو کچھ اشارے کرنے لگی۔ وہ اتنے سارے لوگوں میں بیٹھی سب کے مختلف رد عمل کا سوچ کر، ہی گھبرا لٹھی۔ اس سے کوئی جواب ہی نہ بنایا۔

”اگر رکنا ہے تو پھر کل صحیح باصر بھیا کے ساتھ آجائنا۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں آس کریم لار ہی ہوں اشعب!“ آپ بیٹھیں تو سسی۔ ”بھا بھی بھی جلدی سے اٹھیں۔

”جی نہیں شکریہ بھا بھی! میرا گلا خراب ہے۔“ اس نے صاف انکار کیا۔

”بیٹا! آپ نے صحیح طرح کھانا بھی نہیں کھایا۔“ امی نے کہا، بھیا اور ابو نے بھی مزید رکنے کے لیے اصرار کیا۔

”آئی! میں نے کھانا کھالیا ہے اور میں ضرور کچھ دیر اور رکتا اگر مجھے ضروری کام نہ ہوتا۔ میرا ایک بست اہم نوعیت کا فیکس آنے والا ہے جس کا مجھے ارجمند جواب دینا ہے۔“ اس نے پتا نہیں رج بولا تھا یا بہانہ گھر اتنا بھر حال وہ خود کو سنبھالتی تھی۔

”بس دو منٹ پلیز۔ میں بیگ لے آؤں آپ ہمیں کہہ دستے تو میں نہ صرف خود تیار رہتی بلکہ کھانا تھی جلد لگو لیتی۔“ اس کے ساتھ جانے پر اشعب کے چہرے سے کچھ تناول کم ہوا۔

کار کی فرنٹ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے وہ مسلسل یہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ کیا سوچ کریماں آئی تھی۔ بلکہ وہ آئی، ہی کپوں تھی؟ ان بودنوں میں نہ وہ خود خوش رہی تھی نہ، ہی کسی کو کر سکی تھی اور ایس جاتے جاتے بھی وہ گھر بھر کو ایک موضوع دے گئی تھی بھس پیچہ وہ گھنٹوں بحث کرتے رہیں گے۔ اس کا دل یہ سوچ کر تھی سما جا رہا تھا کہ اشعب نجاتے لکنے والے تک اس بات کا مامن کرتا رہے گا کہ یوں کے کہنے پر سوچے سمجھے بغیر سر سال یا ترا کے لیے چل پڑا۔ اس کے خاندان کی بد لحاظی اور بد تہذیبی کے قصیدے پڑھے جائیں گے۔ آئے گئے کا احترام نہ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا جائے

سکی کہ تو یہ چاہتی تھی کہ آپ کامیاب ایسا پتھر ہے جس پر
میری بجت کی پتوار بھی شگافندہ ڈال سکی۔

”نمیں نہیں جانتی وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ انہیں
ان سب کا خشنایا نہ ممکن کرتا تھا کہ برا لٹکے
امام اون گلکے بے میں اپنے بن جائیں سے کتنے
”نمیں وہ سکتی اور ظاہر ہے میرے حوالے سے
”سب کا ہمیں ہم سے ملتا رہے گا تو کیا ساری عمر میں
ان طرح ایل بو جبل کے پھرلوں میں ان سے ملاقات کے

لیں ملے۔ اس نے بے پاؤں سے تھاں پر جائی۔ ساری بات انہیں بتانے کے بعد وہ سوال کر رہی تھی۔ انہوں نے اس کی بات غور سے سنی تھی۔
”تپ پنی بتاتی ہے ای جاننا ان کا طرز عمل درست نہ ہے بات اٹلا؟“ اگر وہ میرے میکے والوں سے مکھانا نہیں ہاتھے تو یہ عن کی عرضی ہے۔ چیک ہے بخش مرید لیں انکی ای عادت ہوتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ تو میں کر دے اپنے اصل دوسروں پر بھی لاگو کرس۔
”مہت بنوئی صید بھولی کی خوشی مژاگی۔ اتنیں امڑاں ہے ہر دقت ان کی بے تکلفی۔ تعمید کرتے رہتے ہیں، وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں؟“ جسینہ بھائی نہرت نیازدار ہیں۔ ہم لوگ ایک سماں کی مالگزاری کے ہیں، بچپن سے اکٹھے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ گھر میں ایسا بجکہ بنا کچکے ہیں ان کا ہر ارشتہ کھن سالی یعنوی ۱۲۰۰ روپیہ سے پہلا نہیں میری۔ بخوبی اسے اور تیرتے طور پر تعلق سے خالک ہیں۔

بہتے ناکے چھپتے اور توڑو سیرے ساتھ مکن
نہرے ابو لواری کی تربیت پر کرنی تقدیر کرنے سے
امیں چوتھے کیا یہ سب پرداشت کرنا یہ رہے یہ
ال آسان بلت ہے؟ پھر بھی میں نے یہ سب
ٹریم ایڈز کر کے افسس ہی خوش رکھنا ہے۔ ایک بار بھی
میں ان کے بد صورت بھی کا احساس نہ دلایا
ہا۔ مگر وہیں کہے۔

رو انہذ کر کے پھر سے لکایا۔
لیکیڈار مکار اور
لب کے رنج ہو کاشعب نے اسے مگوراں اس
کی شرارت محسوس کر کے وہ مجھیکا۔ اُزکی نے
ہولتے رکھوٹی کی
”بس ایک بارے“
ہم کی آنکھوں میں تبسم تھرا نظر آیا، دارک
کہ اتنے دن آپ سے در رہنے کے بعد میں یہ دیکھتے
کے قتل ہی مکمل رہوں گی کہ آپ نے مجھے یاد کیا یا
نمیں۔ ”الرجہ اسی میں سچھا ایسا جہود میں اس لاغہ بھی نہ
تھا، اس کے بغیر وہ مکمل اتنے انہ میں تھی۔ لاکھ
شتری سی تھا تو مجبوب۔ بال المثل یہ یات بے موقع
خود تھی، اس کا اسماں اشعب کو سمجھی تھا اسی لیے بنا
صحابہ کا ہو گئے تھے۔

پڑھاہو رئے۔ اس کے بعد کچھی کمی گرفتی تھی اور میرے
بڑاں تو بھی راتھا تمہارا اپنی ہو رہی ہو گئی۔ میرے
مسکراہٹ پہنچنے کو تھی کہ اس نے بھتی سے لب پر
اپناں جان کے فیصلے پر۔ تمہیں محفلِ جھوڑ کر اخانتا
کروال۔ ”اس کے کریدتے انداز پر بے نیازی کاملاً مٹھا ہوا
گئے۔ جتنی گوش کر سکتی تھی گرفتگی تھی بلکہ اب
گھستی انکی نہ کہا۔

نہ راضی کیسی بھی نے خود اپنے تلفون کر کے کہ کہ کہا تھا کہ نہ نہ لے جائیں۔ ”اس نے یوں ظاہر کیا یہی سے اس کی نظری اسے تھوڑی نہ ہوئی ہو۔ وہ پہلے کہنا چاہتا تھا میکن خاموش ہو گیا اور وہ کسی توچاہتی تھی کہیں اس بلت کو ختم کرنے کے ارادے تھے، ہی لگادٹ کا یہ مشکل ہے کہ اس کے لیے کتابخانہ شوار تھیں اور اس سامنے بکھلانا سکی۔

وہی جاتی تھی لیکن اسی نے اپنی امیرست نظر سے
سچ کئے ہوئے رعایت مانگی تھی کہ کم از کم شہر کے
آگے ذرا سا معاملہ سنبھال لیتے میں کبھی مشکل نہ
ہیں۔

گاؤڑی "عربیں ٹیلا نش" کے تکریک تو اس نے موہری نظروں سے اسے دیکھا۔
"تمنے آس کر کم خیں کھلائی" میں نے سوچا کہ
گندہ رہ جائے" آرڈر دیتے ہوئے اس نے تو چیز
چیز کی قوانین مشکل سے اپنی فہمی ضبط کر پائی۔ (داد
صاحب پیرا بھی تھامیں سے ٹکرایا ہے کہ)

بے نیاز بنا دی رائے کر تارہ گیت ختم ہوا تو اس نے
نہ کی تھی وہ خیصہ اس کے بعد یہ سے سخت مایوس
کے بعد اس کی ظلوں کی پیش محوس تو پوری تھی یعنی
لے لئے اسے نکلنے کی تھی۔ اسے لئے قریب
مکان کی آس لے اسے نکلنے کی تھی۔ اسے لئے قریب
لے لئے بے ساخت پن کے جواب میں اس کا
نکریں چڑا پھر سے یاد آیا اور وہ بچھنے کی تھی۔ اس رات
لے لئے کی جگہ اس نے اٹھ کر متوجہ کرنے کی کوئی کوشش
لیکن وہ جذبے لالائیں نہیں کے ساتھ ایک پار بھری
منی ٹیکنے تو نجٹے کس سے فراش کی تھی۔

میں ان کی ماں کا بڑا ہاتھ رہا ہے جبکہ اشعب کی خصلت پر وان چڑھانے میں اس کی ماں اور بہن سے کی گئی زیادتیوں نے اہم کردار ادا کیا۔ جیسا ذرا اسما اس کا بچپن گزرا ہے۔ وہ اب کسی کو بہت سب لوٹے دیکھے ہی نہیں سکتا۔ خوش باش گھرانہ اس کے جذبہ حسد کو ہوا دیتا ہے۔ اس کی ماں سد اباپ کی ٹھوکروں کی زدی رہی، بہن کو بہنوئی جوئی کی نوک پر رکھتا ہے پھر کیوں کوئی اور عورت کوئی سکھ اٹھائے۔ چاہے وہ اس کی اپنی بیوی ہی کیوں نہ ہو۔ بس یہی سوچ اسے بریاد کر رہی ہے۔ شانہ کے بر تاؤ میں جو لینی ہے اس کا سبب بھی اس کے ذاتی گھر پلو حالات ہیں ورنہ وہ دل کی جگہی نہیں ہے بیٹا۔! میں مانتی ہوں کبھی بھی وہ تمہارے ساتھی زیادتی کر جاتی ہے لیکن اس کی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ اپنے گھر سے وہ اتنی جلی بھنی آتی ہے کہ تمہیں میرے ساتھ ہنستے نہیں اور مشتعل کر دیتا ہے۔

”یہ کیا بات ہوئی امی جان! اس سارے میں بھلامیرا کا قصور نکلتا ہے؟“ ٹھیک ہے کہ آپ نے ایک مشکل دور گزار اور آپ کے ساتھ کی گئی زیادتیوں کا اشعب نے ایک بیٹے کی حیثیت سے بہت اثر لیا لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ ان سب کا بدله مجھ سے لیں اور شبانہ بجیا کے سرال والوں کا رویہ اگر ان کے ساتھ برا بھا بھی کے درمیان بھی ایسے ہی تعلقات رکھنا چاہتیں۔ ”اس نے امی جان کی بات سن تو لی تھی اور اسے حقیقتاً“ خاصاً افسوس بھی ہوا تھا ان کے ماضی کی تلخ یادوں کا ذکر جان کر، لیکن یہ اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ ان تمام حقائق کے پس منظر میں بجیا اور اشعب اپنے رویے میں حق بجانب کیسے گھرائے جا سکتے ہیں۔

”مہوتا ہے بیٹا! کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ زندگی برا کچھ سکھاتی ہے، اچھا بھی اور برا بھی۔ یہ تو ٹھیں والے مخصوص ہے کہ وہ زندگی کے کسی تلخ واقعہ کا کیا اثر لیتا ہے۔ اچھا یا برا؟“ میری تربیت میں کوئی کمی رہ گئی تھی نہ ہی

وہ سال تھے سونے پر سماں کہ اس عرصے میں ان کا کاروبار خوب چیکا۔ دولت کی ریل پیل ہو گئی جمالت اور دولت جب بیکھا ہو جائیں تو بڑی تکلیف وہ چیزیں جاتی ہے۔ وہ پہلے ہی ناقابل برداشت تھے اور بھی اذیت دینے لگے۔ میرے ہنسنے بولنے ہر چیز پر پابندی تھی۔ میرے شوہرنے بہنوں کو ہر طرح کی آزادی اور سولت دے رکھی تھی، کیونکہ ان کے نزدیک وہ معصوم تھیں جبکہ میں کچھ کامنہ دیکھی چکی تھی۔ کتابیں پڑھ چکی تھی میرے بگڑنے کا اندر پیشہ زیادہ تھا اس لیے کڑی پابندیاں صرف میرے لیے تھیں۔

انتہے بڑے سارے کنبے کی ہر زمہ داری اکیلی مجھ پر تھی۔ کیونکہ بقول میری ساس کے میں تیز گھر انے کی نئے زمانے کی لڑکی تھی اور دولت کی فراوانی مجھے خطرناک بنا سکتی تھی۔ مجھے سرا اٹھانے کی فرصت نہ تھی، بچے کیا پاتی۔ اوہراہر وادی اور پھوپھیوں کے ہاتھوں میں پلتے رہے۔ ان ہی کے خیالات کے بیچ زہن میں پوتے رہے مجھے اس گھر سے آزادی یوں ہی نہیں ملی تھی ازکی۔ ”ان کا گلارندھ گیا۔“

”بدلے میں مجھے اپنی بیٹی کی قریانی دینا پڑی۔“ میری بڑی بیوی نے جب شانہ کارشہ مانگا تو وہ بس سترہ، ہی سال کی تھی اس نے میڑک میں پڑے اپنے نمبر لیے تھے میں اسے آگے پڑھانا چاہتی تھی لیکن سارا خاندان ایک طرف ہو گیا اور میں اکیلی۔ میری پہلے کسی نے کب سنی تھی جواب کوئی نہ تھا۔ باپ نے بڑے مان سے اکھوئی بیٹی بہن کے حوالے کر دی اور یہ مان ٹوٹا تو ان کے جینے کی ڈوری بھی ٹوٹ گئی۔ میں اس گھر سے نکل کر بھی جیسے اسی سزا میں ہوں۔ سکی پھوپھی کا گھر شانہ کے لیے وہی پر دلیں ثابت ہوا جو اس کی ماں کے لیے تھا۔

حامد نے وہی رنگ ڈھنگ اپنا لیے جو اس کے خاندان کے مردوں کا ویرہ ہیں اور اسے اشعب بھی کسی غیر خاندان کا تو نہیں۔ اس کی رگوں میں بھی باب پادا کاخون ہے۔ ٹھیں میں وہی عادات پڑی ہیں۔ فرق صرف یہ پڑا ہے کہ ان کی بڑی عادات پڑی ہیں۔ قسمیز کرنے

پھلا کوئی واقعہ خوشنگوار نہ تھا۔ شادی کے بعد جب وہ پہلی بار گئی تو جائے کے ساتھ بس معمول کی چیزیں رکھ دی گئیں۔ بیکٹ، نمکو وغیرہ وہ نئی دلخواہ کے ناتے جس پذیرائی کی توقع کر رہی تھی وہ اسے نہ ملی۔ بجیانے سرد سے انداز میں اس کا تعارف اپنی مندوں اور دیوار انیوں سے کرایا اور رکنے پر رسی سا اصرار بھی نہ کیا۔ دوسری بار وہ میلاد پر گئی بجیا اپنی سرالی عزیز خواتین کے اروگروہی گھومتی رہیں۔ اسے ایک بار بھی نہ پوچھا تب بھی وہ ہریت ہوئی تھی بلکہ اسے سخت بے عزیز محسوس ہو رہی تھی۔ تیسرا بار آخری روز کے کی شام کو عیدی دینے گئی تھی۔ بجیانے اپنی مندوں کے لیے اظفار پارٹی کا انتظام کیا تھا اور انہیں فکر تھی کہ اشعب اور اڑکی جلد از جلد سامان دے کر حلتے بنیں، اس دین تو اس کی اشعب سے بلکہ پھلکی جھنڑپ بھی ہوئی تھی اور اس نے آئندہ ان کے گھرنہ جانے کا اعلان بھی کیا تھا۔

اب پھر سے اتنے لوگوں کے درمیان اسے تمثابنا منتظر نہ تھا۔ وہ نہ تو مان کے شایانِ شان یا استقبال کرتی تھیں، نہ ہی بھائی اور بھاونج کو لفت دیتی تھیں اور بھائی ہیں کہ عزت نفس نام کو نہیں دقت نہ ہونے کے باوجود بہن کے بلا نے پر بھاگے جائیں گے۔

”ساری اکڑ فوں اور رعب داپ بس بیوی اور سرال کے لیے ہے۔“ بے حد شفر سے اس نے سوچا اور بجیا کی بیٹی کی بر تھڈے پارٹی گول کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے امی کے گھر کے تمہر پس کرنے لگی۔

”میلوست۔“

”میلو باسط! میں اڑکی بول رہی ہوں۔“

”آہا، آڑکی آپی! آپ نے کیسے خود فون کر لیا۔“

”مجھے امی سے ضروری بات کرنی تھی، پلیز ذرا جلدی بلا رو۔“

”امی تو پڑوں میں گئی ہیں شاید نصرت آئی کی طرف۔ آپ ہو لڑ کریں گی تو میں بس ایک منٹ میں با لاتا ہوں یا پھر آپ کچھ دیر بعد کر لیجئے۔“ اس نے چند لمحے سوچا۔ سہولت سے فون نزدیک کر کے صوپ پر

میری اولاد کی فطرت میں کھوٹ ہے یہ تو سب ماحول کا اثر ہے میری بیٹی! جو کچھ یہ میرے ساتھ ہوتا دیکھتے آئے ہیں، مجھے ہیں وہی سب لوٹا دینے سے ہی حساب برابر ہو گا۔“

از کی بہت کچھ کہنا چاہتی تھی اور بہت کچھ کہہ بھی سکتی تھی۔ لیکن چپ، ہی رہی۔ اس نے بولوں پر مر لگاتے ہوئے اس لاحاصل بحث کو سمیٹ تو دیا لیکن اپنے دل و دماغ میں ابھرتے سوالوں پر بند نہ باندھ سکی۔

”بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ چونکہ میرے ساتھ براہوا اس لیے میں دوسروں کے ساتھ بھی براہی کروں گی۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟“

اس کی سوچ با غمانہ ہوتی چارہی تھی ویسے بھی آج کل اس کی طبیعت تھیک نہ تھی۔ پر یکینشی۔ کا آغاز ہی تھا اور وہ حد سے زیادہ زور دیکھ رہی تھی۔ ذرا ذرا کی بات کو بربی طرح محسوس کرتی۔ بجیا کی آمد اب اسے پہلے سے کہیں زیادہ پہنچنے لگی اور تو اور امی جان کا لگاؤ اور پیار بھی اسے مطمئن نہ کر پاتا۔

”کیا فائدہ اس پیار کا ہے وہ مجھے اپنی اولاد کے برابر تو نہیں چاہ سکتیں۔ مجھے بیٹی کا درجہ تو تھیں دیتیں۔ آخر ہو، ہوں اور ہو سے پیار کا کیا مطلب؟“

اب اس کا دل میکے میں بھی نہ لگتا تھا گھر سے گھبرا جاتی تو وہاں کی راہ لیتی لیکن امی اور بھائی کے سوال اتنا نتھ کر دالتے کہ چند گھنٹوں بعد ہی واپسی کا ارادہ پکا ہو جاتا۔ یوں بھی اسے لگتا کہ جیسے شادی کے بعد وہ امی، ایو، بھیساپ سے دور ہو گئی ہے۔ ذہنی طور پر بھی اور جذباتی طور پر بھی حالانکہ طوبی کی شادی کو اتنے بر س بیستھ کے تھے لیکن اب بھی وہ میکے میں اسی طرح رپھی بسی ہوئی تھی۔ شاید اس کی وجہ جنپ تھا جس نے اپنے ماں باپ اور ساس سسر میں بھی کوئی فرق نہ سمجھا تھا۔

اس دن بھی بجیا کو گئے ابھی روہی روز ہوئے تھے کہ ان کا فون آگیا۔ رمشائی کی پانچویں بر تھڈے تھی۔ سب کو آنے کی دعوت دی گئی وہ چڑ کئی بجیا کے گھر جانے کا

بیہتے ہوئے کہا۔

”میں ہولڈ کرتی ہوں تم بلا لاو۔ بھاگ کے جانا
میرے بھائی!“ ”جناب میں یوں گیا اور یوں آیا۔“

وہ ریسیور کان سے لگائے ٹیبل پر پڑے اخبار کی
ورق گردانی کرنے لگی ابھی چند سیکنڈ ہی گزرے تھے کہ
کسی کے تیز تیز بیونے کی آواز ابھری۔ وہ پل میں پچان
گئی یہ طوبی ہی تھی۔

”او فوہ جب بھی جانے کا پروگرام بناؤ یہ محترمہ پلے
سے موجود ہوئی ہیں۔ اب تو میں کوئی بھی بہانہ بناؤں
اشعب نہیں مانیں گے وہ تو یہی بھیں گے کہ
طوبی کی وجہ سے میں میکے جانے کے لیے چل رہی
ہوں جب کہ میں نے سوچا تھا اسی سے کہہ کر فون
کرواؤ گی کہ آج مجھے چیک اپ کے لیے انہوں نے
ڈاکٹر کی طرف لے جانا ہے۔ آرام سے بات بن جاتی
لیکن طوبی کی پلے سے موجودگی سے وہ ٹھنک جائیں
گے۔ اتنا تو چڑھتے ہیں اس سے اور جنید بھائی سے۔“ وہ
سارے پروگرام کو غارت جاتے دیکھ کر افسوس سے سر
ہلار ہی تھی۔ شاید پچکے سے ریسیور رکھ دیتی اگر طوبی کا
جملہ اسے چونکا نہ دیتا۔

”اور سناؤ تھا جو تمہاری نئی نئی سریل بنی آپی آپی یا
نہیں۔“ اشارہ یقیناً ”اس کی طرف تھا اس نے کان
کھڑے کر لیے۔

”دشکر سے، اس ہفتے آمد نہیں ہوئی۔“ تھل کی بیزار
سی آواز سن کر بھی وہ یقین نہ کر سکی کہ یہ وہی اسی کی
منی سی بہن سے جو بھی آپی آپی لکھتے پیچے پھرتی تھی۔
وہ مزید کہہ رہی تھی۔

”اللہ آپی! آپ آپی ہیں ناتو کتنا مزا آتا ہے، خوب
گپ شپ گرتے ہیں، مووی دیکھتے ہیں، آؤ ٹنک کے
لیے جاتے ہیں اور ایک ازکی آپی ہیں وہ آمیں تو ہمارے
بنے بنائے پروگرام بھی ہنس ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی
جو ساتھ میں اشعب بھائی ہوں، اف تو یہ۔ آپی کا بس
نہیں چلتا، ہمیں مجسمہ بنانے کو نہیں میں کھڑا کر دیں۔ بھلا
ان کے شوہرنہ ہوئے کسی انپکشن نیم کے لیڈر

ہو گئے۔ زور سے مت یولو، قیقهہ مت لگاؤ۔ لادا۔
طریقے سے لو یہ کریں وہ کرفیت جان مصیبت میں
آجائی ہے۔ بھاہی بھی بڑی ٹنک آپی ہوئی ہیں آج تل
ان سے۔ پرسوں بھی بھیا سے کھٹ پٹ ہوئی تھی۔“
آخری جملہ اس نے بڑی رازداری سے کہا۔ ساتھ ان
امی کی آواز آئی۔ وہ طوبی سے ملتے ہوئے بتا رہی تھیں
کہ پڑوس کے لیے نکلتے ہوئے انہوں نے اس کی کار
بوروچ میں داخل ہوتے دیکھی اور وہیں سے پلت
آئیں۔

”امی! یہ تھل کیا بتا رہی ہیں، ازکی کی وجہ سے بھیا اور
بھالی میں پچھے اس نے چھوٹتے ہی سوال کیا جس کا
جواب جاننے کی وجہ بھی منتظر تھی۔“
”نکیا بتاؤں، قصور تو سارا ازکی کا بھی نہیں۔ وہ بے
چاری کیا کرے؟ اپنے گھر سے جلی بھنی آتی ہے۔ اب من
اس کی مجبوری سمجھنے کے بجائے الثابر امان جاتی ہے کہ
اس کے آنے سے گھر میں شنشن پھیلتی ہے۔“

”یہ کہا بات ہوئی؟ امی پچھے تو الصاف کی بات
کریں۔ غلطی اس کی ہے، اپنے گھر کی شیش ان پنے گھر
تک رکھا کرے۔ بھالی بری ہوتیں تو اپ اپنی برائی
ظاہر کرتیں، میری شادی کو اتنے سال ہو گئے اور میرا آہ
زیادہ وقت یہاں گزرتا ہے، کبھی ٹنک ہوئی ہیں وہ۔ اور
کیوں ہوتی ہنستے ہنستے آتے ہیں، ہم اور بغیر کسی اپے بوجھ
بنے، کوئی شکایت کا موقع نہیں، ہنستے ہنستے ہی واپس
جاتے ہیں۔ اس کا توجہ دیکھو منہ سو جا رہتا ہے۔“

ایک تو میاں بھی اکڑو ہے خود بھی ایسی ہو گئی ہے۔“

”کیسے سمجھاؤں اسے، چلو میں تو ماں ہوں وہ پرائی
ہے۔ لاکھ اچھی سی رشتہ تو بھاونج کا ہے، کتنا سہ
سکتی ہے۔ یہ تو اسے بھی پھر کی بنادیتی ہے اور میاں کو
آنماہ تو دسترخوان کا آرڈر دے دیتی کہ یہ بناؤ وہ بناؤ۔“
اشعب گائے کا گوشت نہیں کھاتے، گلتگ آمل
سے ہیک آتی ہے، گھی ڈالیں، سویٹ ڈش ضرور
بنائیں، شوربے والا سالن انہیں پسند نہیں۔ اور زیادہ
غصہ اسے تب آتا ہے جب میاں کے آنے پر اس کے
بچوں کو کمرے تک محدود کر دیتی ہے۔ پچھے شرارتیں،“

گلی اس وقت یہ نکتہ اس کے دماغ میں روشن کیوں
نہیں ہوا جب بھائی اور بھائی شاپنگ کے بعد اس سے
ملنے طے آئے تھے اور کمرے میں موجود اشعبہ
جس نے ٹکر رہی بیوٹ پھینکتے ہوئے کہا تھا۔

”مارکیٹ کے قریب گھر ہونے کا مطلب یہ نہیں
ہے اس جگہ کو ریسٹ یوائیٹ سمجھ لیا جائے اور
شاپنگ کے بعد ستانے کے لیے یہاں ڈیرے والے
جاں۔“

تب دل ہی دل میں آنسو بھاتے اس نے کس بے
دردی کے ساتھ چہرے پہ ناگواری کے تاثرات سجا کے
ان سے روکھی پھیکی چار باشیں کی تھیں اور بھائی نے
فوراً ”محسوس کر لیا تھا۔ اور اسے اپنی شاپنگ دکھائے
بغیر ہی واپس چلی گئی تھیں۔ وہ کیوں بھول گئی تھی وہ تو
بس صرف شوہر کی ناپسند پیدگی سے بخنے کے لیے میکے
والوں کے لیے راہ، ہموار پیس رہنے دیتی تھی تو بھیا تو
بھرے سرال میں رہتی تھیں، جہاں ایک سے ایک
نکتہ چین موجود تھا۔ کیا مجھے نظر انداز کرتے ہوئے ان
کو بھی یوں نہیں اپنا ول مسلمان پڑتا ہوگا۔

”تھے کہ میں وہ کہوں یہ پکاؤں۔ وہ بنہ پکاؤں۔“

بھائی کی بات پہ اسے یاد آیا۔ اس کے کہنے سے وہ
مارے ماند ہے ان کے شوہر کی خاطر مدارت کر تیکتی
تھیں لیکن دل ہی دل میں ہزار صلواتیں سناتے
ہوئے کیا بھائی کی طرف سے بھیا کو بھی بس وہی ایک
بات سننے کا درہ کا لگا رہتا تھا۔

”تمہارے گھر والوں میں خاندانی لوگوں کے رکھ
رکھا وہ نہیں۔ نہ کوئی طریقہ نہ سلیقہ نجاتے کیوں جاتی
ہو وہاں اور ساتھ مجھے بھی ذلیل کرانے گھیث لیتی
ہو۔ کوئی منہ تک تو نہیں لگاتا تمہیں۔“

اسے آج وہ خود اور بھیا ایک ہی کشتی کے سوار لگ
رہے تھے۔ جن کے تمام تر حوصلے ناکافی ہڑ رہے ہوں
اپنی بقا کے لیے لاکھ ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد بھی
جب خود کو بچانے پارے ہوں تو سمارے کے لیے کسی
رشتنے کا دامن تھام لیتا پڑا کیا ہو۔

”اُن میں اگر صلاحیت ہے تو خود شوہر کو قابو کریں۔“

کرتے ہی ہیں، انہیں ان کے گھر میں ہی قید کروئیں کوئی
عقل مندی کی بات ہے۔ ”امی کو بھی اس سے اتنی
شکایتیں تھیں، وہ سن رہ گئی۔

”نجانے کیوں ایسی ہو گئی ہے وہ؟“ بن تک کو نہیں
پرداشت کر سکتی۔ میں کوئی بھی تو نہیں، اچھی طرح
پہچانتی ہوں اس کے چہرے کے بگڑتے زاویے، مجھے
دیکھتے ہی اس کامنہ بن جاتا ہے۔ بھی تمہارا میکر ہے
تو میرا بھی میکر ہے۔ جتنا تمہارا حق اتنا میرا بھی ہے۔
کیا یہاں آنے کے لیے اب اس کامنہ دیکھوں۔“

”اور خود تو آجاتی ہیں، ہمیں بھی جھوٹے منہ نہیں
کہا آنے کے لیے ایک آدھ بار گئے بھی تو سخت
شرمندگی ہوئی۔ ان کا بس نہ چل رہا تھا، ہمیں فوراً ”چلتا
کر دیں۔“ بھائی نے شکایت کی تو امی نے گھر کا۔

”تم چپ رہو تاجی! بڑوں میں نہیں بولتے۔“

”کمال ہے امی! آپ یہاں بیٹھی ہیں اور میں آپ
کو کہاں کہاں ڈھونڈیں۔“ پاسطہ کی آواز پہ اس کے
پیڑا نے اعصاب میں ارتعاش پیدا ہوا اور اس سے
پہلے کہ وہ انہیں اس کے فون کے بارے میں بتا تا اس
نے لائن ڈس کنکٹ کر دی۔

♥ ♥ ♥

”اگر بھیا کو سرال اچھی نہیں ملی تو اس میں میرا کیا
قصور؟ میں کیا بے جان چیز ہوں جسے پیش پیش کے وہ اپنا
غصہ نکالیں گی۔“

اسے اپنا سوال یاد آیا۔ اور فریاد بھی۔

”آپ ہی انصاف تجویز کیجئے امی جان! کیا یہ درست
ہے؟“

”کچھ تو انصاف کی بات تجویز کیجئے امی!“ اس کی آواز میں
طوبی کی آواز شامل ہوئی اور اس پہ آگئی کے تمام دروازے
کر گئی۔ اور اک کا یہ لمحہ اس کی سوچ کے تمام زاویے
بدل گیا۔

لاشوروی طور پہ وہ ان تمام روتوں کی مر تکب ہوئی
تھی جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ بھیا سے شاکی رہی۔ اب
اسے اپنے گھر میں بھائی اور بھائیوں کی پذیرائی کرنے
سے اجتناب کی وجہ سمجھ میں آگئی۔ اسے حیرت ہونے

بھائی اور ماں کے رشتے کیوں تلاشی ہیں۔“
اپنا یہ دعوا اس سے کھو کھلا سالگا۔

”خود میں کیا ہوں،“ اتنی ہی کمزور اتنی ہی بودی۔ شوہر کو خوش رکھنے کے جتنے میں پانی سب کو ناراض کر بیٹھی ہوں۔ اگر میرا کوئی قصور نہیں تو پھر بجا بھی بے قصور ہیں۔ اگر میں حق بجانب ہوں تو وہ بھی اور اگر وہ خود کو اپنی گھر ہستی کو بچانے کی خاطر میرا استھمال کر رہی ہیں تو پھر غلط تو میں بھی ہوں۔ مجھے کم از کم کوئی ایک غلطی تو سدھارنی ہے۔“ اس نے ارادہ کیا۔

”مجھے بغیر کسی سارے کے، کسی کے کاندھے پر چڑھے بغیر محض اپنے بل بوتے پسے اپنا مقام بنانا ہے اور ایسا میں صرف اپنے لیے نہیں کروں گی۔ اور شاید اشعب کو بھی سبدل دوں۔“

اسے آنکھوں سے سرک کر لبوں کے گوشوں میں سمٹتی وہ مسکراہٹ یاد تھی۔ زم مسکراہٹ جو شاید رستہ بھول گئی ہے۔

”میں اس مسکراہٹ کا ہاتھ تھام کے اسے پھر سے اس پر جگہ سجادوں گی، جہاں ابھرنے کا وہ راستہ ڈھونڈتی پھری ہے۔“

♥ ♥ ♥ ♥

اشعب اپنا والٹ لئے کمرے میں داخل ہوا، حسب عادت دروازہ کھولتے ہی بولنا شروع ہو گیا۔

”ہری اپ، پہلے ہی دیر ہو گئی، راستے میں کیک اور مشھائی وغیرہ بھی لیتا ہے۔ تمہاری تیاری اس قدر طویل...“

اس پر نظر رہتے ہی وہ سب بھول گیا۔ شادی کے اوپرین چند دنوں میں وہ اسی طرح تیار ہوتی تھی لیکن آج کلی تو اس پر روپ ویسے بھی ثوٹ کر بر سر رہا تھا اسی کہتی تھیں کہ بڑی بختوار ہوتی ہیں وہ عورتیں مال بننے کے مرحلے میں جن کے چہرے پر چاند ستارے اتر آتے ہیں۔

آج تو اس کی وجہ دھج ہی نہ الی تھی۔ شیفون کے کرتا دوئی پہ نازک سی سلوربیلیں بنی ہوئی تھیں۔ جدید تراش کی سارہ شلووار اور بغیر ہیل کے سلورسیندل،

لبے بال خوبصورت اشائل میں سنوارے ہوئے تھے۔ چہرے کے اطراف میں کچھ لیں یونہی چھوڑ دی گئی تھیں۔ ہیرے کی لوگ اور بھاری جھمکے چہرے کو

جگہ گارے تھوڑنہ میک اپ تو لاث ساہی تھا۔ ”کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟“ نظریں چراتے ہوئے اس نے ایک آوارہ لٹ کو ہاتھ سے پیچھے کیا۔ چوڑیوں کی مدھر جھنکار بکھر گئی۔ ”کچھ نہیں، میں تو بس..... وہ تم نے پہلے ساڑھی نکالی تھی۔“

”جی لیکن امی کا کہنا ہے اس حالت میں ساڑھی پہننا میرے لیے مناسب نہیں پاؤں انکے کاڈر ہوتا ہے ویسے بھی ساڑھی کے ساتھ ہائی ہیل اچھی لگتی ہے جس پہلے سے پابندی ہے۔“

”چلو اپنی بات ہے، ناٹ بیٹیسے“ وہ اسے نکلنے کا اشار کرتے ہوئے باہر چل پڑا۔ دروازہ ٹھک سے بند ہوا۔ وہ مسکرا دی۔

”بس کچھ دیر اور سڑ راسی دیر اور سے کتنی دیر تک دروازے بند رکھو گے۔ میں دستک نہیں دوں گی اشعب، بس میری چاپ سن کر، ہی تم یہ دروازہ کھول دو گے۔ وہ دن دوڑ نہیں۔“

آنچل درست کرتی وہ اس کے پیچھے نکل آئی۔

♥ ♥ ♥

آج شام وہ کیا سربراہی دینے والی تھی اس سے صرف امی جان واقف تھیں بلکہ انہیں بھی اس نے صحیح ہی بتایا تھا۔ ظاہر ہے بجیا کو فون تو انہی سے کروانا تھا۔ بجیا نے امی سے شام کو آنے کا وعدہ کر لیا۔ انہوں نے داماد کے لیے خاص تائید کی تھی۔

اس سربراہ نگنکی پاری کا آئیڈیا اسے پیچھے ہفتے رہا کی بر تھڈے پر وہیں آیا تھا۔ پاری میں سب حسب معمول تھا۔ وہی بجیا کا گریز، سرالی عنزیزوں کی آڑ بھگت اور حامد بھائی صاحب کی اکڑی اکڑی گردان میں۔ اگرچہ یہ اشعب کی سکی پھوپھی کا گھر تھا لیکن اس وقت وہ صرف ان کی بھوکے مکے والے تھے۔ اس طریقے تھملک غیروں کی طرح گیدرنگ میں بیٹھے رہے

نہ تھی۔ جب کہ چھوٹی چھوٹی یہ خوشیاں زندگی کو کتنی خوبصورتی پختتی ہیں، وہ اس کا احساس ہی تو حامد بھائی کو دلانا چاہتی تھی۔

کیک کاٹنے کے بعد سب کو ایک ایک پرچی دیتی جس میں وہ نام درج تھے جن کے بارے میں انہیں ایک ایک فقرہ کہنا تھا۔ حامد بھائی اس گیم میں شامل ہونے کے لیے بڑے خروں سے تیار ہوئے۔ سب سے پہلے کھیل کے اصول کے مطابق لیڈر یعنی ازکی نے اپنی پرچی کھولی اس پر امی جان کا نام درج تھا۔ اس نے مسکرا کر سایں کا شفیق چڑھ دیکھا۔ ”امی جان! آپ واقعی میری امی بھی ہیں اور جان بھی۔“

اس سارہ سے فقرے نے ان کامان کہیں زیادہ بڑھا دیا۔ ان کی آنکھوں میں چمکتے ستارہ سے دو آنسو جھملاتے دیکھ کر اشعب نے سوچا۔

”یہ جھملاتا ہے تو میں کب سے دیکھنا جاہ رہا تھا ان آنکھوں میں امی۔“

بچوں نے شور چاڑیا کہ پہلے وہ اپنی پرچیاں پڑھیں گے۔ زید اور بکر کی پرچیوں پر رمشا اور رمنا کے نام لکھے تھے تو ان کے حصے بھائیوں کے نام آئے۔ چاروں نے بساط بھر ایک دوسرے کی ٹانگ ھٹپھنچی۔ اب بچیا کی باری بھی۔ نام، نام پڑھتے ہی ان کے چہرے پر شریکیں لالی پھیل گئیں سب جان گئے وہ نام ترس کا ہو سکتا تھا۔ حامد بھائی بھی سنبھل کر بیٹھ گئے۔ کافی دیر سوچتے رہنے کے بعد بچیا گویا ہوئیں۔

”میری ہر خوشی آپ کی خوشی سے وابستہ ہے۔“ نجانے اس مبسم سے جملے میں کیا تھا جو حامد بھائی کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے۔ انہوں نے پرچی پڑھے بغیر ہی مٹھی میں لے کر مسل ڈالی، سب حیران ہوئے تو وہ ہھرے ہوئے لبجے میں کہنے لگے۔ ”میں نہیں جانتا اس میں کس کا نام درج ہے میں تو صرف اپنی بیگم کے لیے کچھ کہنا چاہوں گا۔ آخر اس تقریب کے روح روں، ہم دونوں ہی تو ہیں۔“ ”ہر کسی ہرے سے“ سب نے تالیاں بجا کر داد

لیکن ازکی نے آج کچھ بھی دل پنهنہ آیا۔ اسے بچیا بڑی بسی اور مجبور نظر آہی تھیں۔ وہ محسوس کر سکتی تھی کہ ان کے دل میں اس وقت کیا کیا جذبات امنڈ رہے ہوں گے۔ ان کا دل چاہ رہا ہو گا رمشہ کے کیک کاٹتے ہوئے داوی کے ساتھ ساتھ نانی بھی ہمراہ کھڑی ہوں۔ شاید ان کا یہ بھی من ہو کہ ساری مصروفیات سے چند لمحے چڑا کے وہ گھڑی وہ گھڑی اپنے پیارے بھائی کے پاس آ چکیں۔

پہلے ازکی کو بچیا کو سامنے پا کرتا تو آتا تھا، آج ترس آرپا تھا وہ خود کو ان کی جگہ دیکھ رہی تھی۔

”اگر میں امی کو اور طوبی کو حقیقت بتا دوں تو وہ بھی مجھ پر تھا تو سماں میں گی۔ اور میں اس قابل ہوں گے مجھ پر تھا تو سماں میں اس ایک شخص کی وجہ سے۔“ اس نے پچھہ دور کھڑے اشعب کو کن اکھیوں سے دیکھ کر سوچا۔

”کیا ایسا نہیں ہو ستا کہ اس ایک شخص کی وجہ سے لوگ مجھ پر رشک کریں۔“ اس کے حوصلے ہر روز پہلے سے بڑھ کر تو انا ہورہے تھے اور ارادے بلند۔ اسے علم ہوا تھا کہ بچیا کی ویڈنگ اینور سری اور بر تھڈے آگے پیچھے ہی ہیں۔ اس نے دھیان سے اینور سری کی ڈیٹ سنی اور یہ پلانگ کر لی۔

بچیا اور حامد بھائی کے لیے گفتگو وہ پرسوں ہی لے آئی تھی۔ شام کو کیک کا آرڈر بھی دے دیا تھا اور صبح سے اس کا ایک پیر پچن میں تھا (جمال وہ چائے کے ساتھ پیش کرنے کے لیے اسنیکس کی تیاری کر رہی تھی) تو دو سرا پیر ڈرائیکنگ روم میں ہو تھا۔ (جمال کی سجاوٹ منفرد طریقے سے کی جا رہی تھی) اشعب بچیا کے آنے سے کچھ دیر پہلے ہی آفس سے لوٹا اور یہ اس کے لیے بھی ایک سربراہی تھا۔

بچیا تحریرت اور خوشی کے مارے لکتی ہی دیر گم صم کھڑی رہیں۔ حامد بھائی بھی اس اہتمام سے متاثر نظر آرہے تھے۔ پچھے الگ پر جوش تھے انہوں نے کبھی ماما پیا کو ویڈنگ اینور سری سیلبریٹ کرتے دیکھا ہی نہ تھا۔ بچیا کے سرال میں ان خرافات کی قطعی گنجائش

ہس کے لئے کبے قراری محسوس کر کے اڑکنے
تاراض نہ اپنی اخاں میں لور شدرو رہتی،
اشے کے چرپے پنا پھو تھا ان آنکھوں میں ایسے
پیغمبیر کردہ، ایک لفظ سے خیری ایمان لے لئے۔
”جسے اپنی غلطیوں کا بہت عرصے پلے سے اسی
احساس ہونے لگا تھا تمہرے دل میرے دل کے قریب
آتی رہیں اور میں شرمدار تو اپا کہ میں نے اپا پھر
بھی تو نہ کیا تھا تمہارے لیے کہ تمہاری محبت کا احتفار
ہوتا یا تم میں نے محبت کا دعا کرنا لیکن۔ میرے دل میں نے
سوچا کہ ابھی وقت ختم نہیں ہوا۔ معانی کے لئے بھی
اور تلافی کے لئے بھی۔ کیا تم میرا لیکھنی کر دی گئی کہ میں تم
سے صرف تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تمہارے
قریب صرف اور صرف تمہاری وجہ سے تیا ہوں۔“
بولا لیکھنی کر دیں۔“
”ہوں۔“ میں نے نظریں جوکا کر دیں۔
”لوئے نہیں میں ایک بار۔ ایک بار سکرا دو۔“ وہ
ہو لے سے مٹتا یا اڑا کی کھکھلا اٹھی۔

۱۰۲ یہی کوئی لور آگر آپ کے دل میں میرے
امنی تکمیل کو لے کر جو دری طرف چلتے
۱۰۳ اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ اب
کہ اور ۱۰۴ بھی تھی آپ نے ان کے ساتھ کچھ اچھا
کہ نہ دستے ہیں! اورت کی عزت اسی میں
کیا! اس کے سیکے والے اس کے شوہر کی تو بھلکت
ایسا مر آنکھوں میں بخانہں لورت میں جا کر مر
ہوں! میں اس عورت کی جگہ بن سکتے ہیں؟
اول ایک مراپنی بیوی کو صرف یہی کی حیثیت سے
نہ لیتا؟ ایک بیوی ہوئے کے تائید پڑے فرانش
۱۰۵ اوری ہے اس کے بچوں کی اچھی تربیت کر دیں
۱۰۶ اس کی غمکاری و فداوار ہے گیا۔ سب کوئی نہیں
۱۰۷ مذہبی ہے کہ یہی کا وہ راہبکاری مروکے
۱۰۸ فنا ہو۔ اس کی مرضی کے مطابق چلے؟ آپ
۱۰۹ مدد بھائی کے تماز خرے سہب کر جائز نہ جائز
۱۱۰ میں ہیں کر بھتھے ہیں کہ بھیاں کی تدریجی جائے۔
۱۱۱ یہ خیال بھی غلط ہے کہ اس نام کی پارٹی نے
۱۱۲ ماں کو سر تپا بدل دیا۔ سب اس مرطے
۱۱۳ اکے لور ازو لی جنڈی کے حزرے کی بر سوں نے
۱۱۴ الہی کوچھ سوچنے پر بجور ضرور کر دیا ہے میں نے
۱۱۵ سب موت تلاش ہے ایک بیانہ فریاد کیا ہے میں
۱۱۶ بھاگتی تھی کہ ایک موقع ایک بہادر آپ کو میرے
۱۱۷ الے اسے میری خواہش تیہے کہ آپ میری وجہ
۱۱۸ میرے پریب آئیں۔“

اشعب اور اڑکنی کے ہمراہ جنم خانہ ڈرال کرتے ہوئے
بھیا نے جو کم کر دیکھا یہ بھج نظر میں تو انہیں
نے بھی اس نری سے اسے پکارنا کو ارادہ کیا تھا۔ اور
لب تو تمہاری میں بھی میں کے کافی ترس مجھے تھے اس پنار
کو شے۔
”شان! اتری میری خوشی ہو۔“
دو بچوں کے اور بھائی کے سامنے اس بے سانت
انکھارا۔ جیہنے ضرور تکمیل کیا۔ ان آنکھوں کی نیکوں
میں دنہڑتے جھواپنی چمبو چمار ہے تھے۔
”اب نے پچھا یہ کھانا ہم سے میرا مطلب یہ
ڈریو ہری مور کیلی سے پچھری؟“
”در اصل میں جھیس جو ہم کہاں پہنچا تھا وہ تو ایک
ہی نظرے میں ساملا ہے اور۔“ مسکرا یا ”تھی
سب کے سامنے کہا ناہی۔“ دلب کچھ کھلی۔
”تادا لی!“ اس کی طرف سے کبھی جواب نہ ملے
کے باہر ہوئے تھے لگا۔
”اری! اتم واقعی اُزکی ہو،“ میرے سب سے
بکھارا۔ اس فرخو سب کو جیسا تیریم کی تھیں اور
اسے یاد تھا یہ نام کی خوشی نہیں لکھا تھا تھا بلکہ۔
”ڈریو ہری مور۔“ کم کھایا کرو۔ تمہارا دست بڑھ رہا
ہے۔

آخری پہچانی جان کے حصے میں آئی انہوں نے
سکریتے ہوئے کھولی اور اسی مسکراہٹ کے ساتھ
پڑھنے لگیں۔
”میرے پتو! اللہ جھیں یونہی بنتا مسکراتا
رکھ۔“

بیوی یہ سادہ ہی ہمہلیوی تقریب سب کو مزادے
ہئی۔ اشعب نے سب کو ڈریو اپنی طرف سے دینے کا
اعلان کیا۔ ایک جان ان سب کے اصرار کے باہر دیکھنے
پڑی۔ پو میں بکارہ رہا اور رہا تو نیند سے بے
حد ہو رہی تھیں اسکی اوپر ایک بھائی اس نے ڈینا بانی
نظریں انھا کے سامنے ہم خود ڈیٹھ اشعب کو کھا۔
”میں کسی سارے کے بغیر کب کو بانٹا تھی۔“
میں نہیں جانتی تھی کہ جیسے حادہ بھائی کو میں نے
احساس دلایا کہ ان کی اصل اور پچھی خوشی کس سے
پکھ محسوس ہوا اس لیے ڈریو کے فوراً بعد بھائی کو شاید

- ۱۱۹ اڑا کو خواتین ڈا جسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبیت تھے۔
خواتین کا گھر لیو (السلامیہ کلکٹو پیڈیا)
شائع یوگیا ہے،
خوبیت سرور و قدر، آفت چھپائی، مضبوط ہد،
جنت ۶۵۸ روپے
- مکتبہ ہمن ڈا جسٹ، اگر وہ ڈا جسٹ ہے،
 - ہمدشیز ایجنٹی، بھی اور صاف حل کی ہو گئے
 - سکھان ٹونو لیجنٹی، اخبار رکھت لاهور
 - افریقی کمپنی اور پیڈی، میں نہیں نہیں کھاں
 - بندیوں کا گھر لانے کے لئے میں نہیں نہیں کھاں
 - اسی اور کمپنی کمپنی کی درخواست کروں گا کہ بس ایک بار
 - ہمیں آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ سن بوجو میں کشے
 - ہاں ہیں ہم خود بخور لیکھنی کر دیں۔“